212

یجروید — اوم

گورومت سار

یعنی

[گورو] نانک جی سے لیکر گورو گوبند سنگھ جی تک دسوں گورو صاحبان

(آریہ)

پکے ہندو تھے

از

تاراچند آریہ

پرکاشک

بھارت پستکالیہ سرگودھا

اتھروید — قیمت ۱/

[...]نگارام تاجران کتب پوہڑیدروازہ لاہور سے بھی یہ کتاب مل سکتی ہے ۔

مصنف کی گذارش

اس دعوے کی سچائی اور اصلیت میں ذرا شک ہی نہیں ہو سکتا جب
جس کا مدعی اپنے دعوے کا ثبوت مدعا علیہ کی مستند کتابوں
میں سے پیش کر دے۔ میرا یہ دعویٰ ہے۔ کہ گورو نانک دیو
جی سے لے کر گورو گوبند سنگھ جی تک دسوں گورو صاحبان
آریہ (ہندو) جنیو دھاری۔ گئو اور برہمن کے سیوک اور
رکشک۔ رام کرشن وغیرہ بزرگوں کے نام لیوا۔ وید اور شاستروں
کے سچے بھگت تھے۔ جو سجن گوروؤں کو پکا ویدک دھرمی مانتے ہیں
وہی سچے سکھ ہیں۔ اس کتاب میں اپنی طرف سے زیادہ کچھ نہ لکھ کر
صرف گوروؤں کے سدھانت کو ہی پیش کیا جائیگا۔ آشا ہے کہ
سکھ مت کے متلاشی سجن دھڑا بندی اور پکش پات کو چھوڑ کر اس پستک کو پڑھ کر
سچ کو مان کر جھوٹ کو تیاگ دیں گے۔ تاکہ سنسار میں سچے دھرم کا
پرچار ہو۔ پرانی ماتر سکھ اور آنند میں جیون ویتیت کریں۔

(نویدک تاراچند آریہ)

اوم

سارنگ محلہ ۵

"اور سب بھلے بھرمت وید جانیا
اِک سدھ اکھشر جنکے من وسیا اُن ویدن تت پچھانیا"

سب اور سب غلطی پر ہیں۔ لاعلمی سے انہیں سمجھے جن کے ہردے میں ایک اوم اکشر سما گیا۔ انہوں نے وید کی اصلیت کو جان لیا۔ بے شک اوم ویدوں میں مکھ اکھشر ہے۔ اور وہی امرت روپ ہے

گورو نانک جی مہاراج پکے ہندو آریہ تھے

پہلا ثبوت

"ہند و صلاح جیں صلاح درشن روپ اپار"
شبد ہندو کیلئے لکھا ہوا گرنتھ صاحب میں موجود ہے۔

دوسرا ثبوت

"کھتریاں تاں دھرم چھوڑیا۔ ملیچھ بھاشا گہی
سرشٹی سب اِک ورن ہوئی۔ دھرم کی گت رہی"
گورو نانک دیو جی فرماتے ہیں۔ کہ کھتریوں نے اپنا دھرم یعنی

سنسکرت اور شاستروں کو پڑھنا چھوڑ دیا۔ ملیچھ بھاشا یعنی اُردو فارسی
عربی پڑھنے لگے۔ دُنیا ایک ورن ہو گئی۔ سچے برہمن۔ سچے کشتری
ویش اور شودر نہیں رہے۔ ورن آشرم دھرم کی مریادہ ٹوٹ گئی
دنیا میں دھرم نہیں رہا۔

دیگر ثبوت

(جنم ساکھی بھائی بالا)

جب مردانے کا آخری وقت آیا (یہ شخص جنم کا مسلمان تھا) جو آخری
دم تک گورونانک جی کے ساتھ رہا) تو گورونانک دیو جی نے پوچھا۔ کہ
اے مردانہ! مرنے کے بعد تیرے جسم کو ہندو دھرم و رواج کے مطابق
جلایا جائے یا مسلمان طریقے سے دفنایا جائے؟ مردانہ نے اُتر میں کہا
مہاراج! مَیں نے آپ کے چرنوں میں ساری عمر گذار دی۔ کیا ابھی
تک میں مسلمان ہی ہوں؟ میں نے تم دیکھ لیا۔ وہاں کیا رکھا ہے۔
مہاراج! کرپا کر کے مجھے ہندو ریتی کے مطابق جلا دینا۔
بابا جی بڑے خوش ہوئے۔ اور خود اپنے شہر میں اپنے ہاتھ سے مردانے
کا مرتک سنسکار کیا۔

دیگر ثبوت

گورو نانک جی کا جنم سمت ۱۵۲۶ بکرمی میں ہوا۔ ان کے والد کا نام کالو بیدی کھتری تھا۔ ان کی شادی لکھوکے نواسی مول چند ذات کھتری کے گھر ہوئی۔ اور پورن ویدوں اور شاستروں کی ریتی انوسار ہوئی۔

(۲) گورو امرداس جی پکے ہندو (آریہ) تھے

ثبوت اول (تواریخ خالصہ صفحہ ۱۸۰)

گورو جی آدھی رات کے بعد دھیان میں مگن ہو جایا کرتے تھے۔ تڑاں بعد سکھوں کو اپدیش کرتے۔ اور لنگر کی تقسیم کے بعد تھوڑے سے چاول دودھ نوش فرماتے۔ پچھلے پہر گوپال پنڈت سے اپنشدوں اور شاستروں کی کتھا سنا کرتے تھے۔

دیگر ثبوت

گورو امرداس جی موضع باسرکی ضلع امرت سر میں تیج بھان ذات بھلہ کھتری کے گھر پیدا ہوئے۔ ان کا وواہ ویدشاستر مریادا انوسار ہوا۔ اور مرتے وقت بھی وصیت کر گئے۔ کہ جیسی پرچلت ویدک ریتی ہے۔ ایسا ہی سنسکار کیا جائے۔ اور پنڈت کیشو گوپال

کو بُلا کر کتھا کرائی جاوے۔ اور پھول (ہڈیاں) گنگا جی میں پرواہ کر

(۳) گورو رامداس جی پکے ہندو (آریہ) تھے

اِن کا جنم لاہور شہر چونہ منڈی میں ہرداس مل ذات سوڈھی کھتری کے ہاں ہوا۔ اِن کا بیاہ گورو امرداس جی کے گھر پورا ویدشاستر ریتی الوسار ہوا۔

(۴) گورو ارجن دیو جی پکے ہندو (آریہ) تھے

اِن کا جنم گورورامداس جی ذات سوڈھی کھتری کے ہاں ہوا۔ ان کی شادی ہندو ریتی کے مطابق ہوئی۔ آپ اتنے سردھالو اور پکے ہندو (آریہ) تھے۔ کہ جب چندولال نے اپنی چتا سے ان کو گئو کی کھال دکھلائی۔ کہ اگر تم نے میری لڑکی سے شادی کرنی منظور نہ کی۔ تو تجھے اس گئو کے کچے چمڑے میں لپیٹا جاوے گا تب گورو ارجن دیو جی اُس حرکت کو اپنے آریہ دھرم کے برخلاف جان کر برداشت نہ کرتے ہوئے راوی ندی کے کنارے اشنان کر کے اپنے پرانوں کو تیاگ دیا۔

(۵) گورو ہرگوبند جی پکے ہندو (آریہ) تھے

ثبوت اوّل (تواریخ خالصہ صفحہ ۲۱۵)

گورو ہرگوبند جی نے کہا۔ کہ منجی گرنتھ صاحب کو سہلی بیدیوں کو ٹوپی سادھوں کو دی جائے۔ ہم وید دھرم کی رکشا کے لئے آئے ہیں ہمیں ہتھیار پہناؤ۔ کیونکہ بغیر شستروں کے دشمن نہیں دبتے۔

دیگر ثبوت (تواریخ خالصہ صفحہ ۲۲۴)

سمبت ۱۶۹۲ بکرمی کو گورو ہرگوبند جی ہردوار گئے۔ جبکہ پہلی جیت کر گئے تھے۔ وہاں برہمنوں کو بہت دان دیا۔

دیگر ثبوت (شورج پرکاش صفحہ ۴۸۰)

جب قاضی نے گورو ہرگوبند جی کے برخلاف گھوڑی کی قیمت کا دعویٰ کیا۔ تب عرضی دعوے میں مندرجہ ذیل الفاظ درج تھے:

"ہرگوبند ہندان کو پیر
گرمی سو کہوں آپکے تیر"

یعنی ہرگوبند ہندوؤں کے گورو نے جو سلوک مجھ سے کیا۔ اس کو عدالت کے روبرو پیش کرتا ہوں۔

دیگر ثبوت (گورو بلاس صفحہ ۳۰۲)

بابا نند جی کے فرزند سُندر نے آ کر سوال کیا:۔

دو ہاتھ جوڑے سُنو ناتھ بانی
گھُٹما بھول ہمری مہاراج گیانی
گورو رُوپ پاپچھے بھئے شانت رُوپم
بھئے شستر ساج بھئے بھوپ اُتّم
بھئی چنت میرے مہاراج کا لو
بڑ دشٹ موہی بتے آپ پھالو

اُتر گورو جی

سُن تاس بانی دیا سندھ بولے
بھیو پاپ بھاری کتو میدھ ڈولے
دھرا روپ ادھنگ سو میدھا پکاری
کتو برہم رکشا کرو ہے مراری!
سُن ایسی بانی مہاراج بولے
دھرو دھیر دھرنی منوں ناہیں ڈولے
کری موہے آگیا پرتھی مدھ جاؤ
ہنو دُشٹ پاپی مینچھن پکھاؤ

بھئی ایسی بانی مہاراج جی کی
دھاروپ ایسے کہی بات بیکی

دوہرا

اکال پرکھ آگیا کری۔ دھارروپ نام آئے
ملیچھ دشٹ پاپی ہنو۔ دھاربھار منٹ جائے

(مطلب) جس وقت سندر جی نے گورو ہر گوبند جی کو ہتھیار بند دیکھا تو سوال کیا۔ کہ مہاراج! آپ نے یہ کیا نرالا رنگ بنایا ہے؟ پیشتر ازیں سارے گورو صاحبان شانت روپ ہوئے ہیں۔ آپ نے ہتھیار لگا کر راجوں والا روپ دھارن کر لیا ہے۔ مہاراج مجھے بھرم پیدا ہو گیا ہے۔ کرپا کرکے اس بھرم کو رفع کرو۔

گورو ہر گوبند جی نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا "کہ اے سندر! پرتھوی پر پاپ کا بھاری بوجھ ہو گیا۔ پرتھوی گؤ روپ دھارن کرکے پرماتما کے پاس پہنچی۔ اور فریاد کرنے لگی پرمیشور نے اس گؤ روپ پرتھوی کو تسلی دی۔ اور مجھے حکم دیا۔ کہ جاؤ گؤ اور برہمن کی رکشا کرو۔ اس لئے پربھو کی آگیا انوسار میں نے جنم لیا ہے۔ میں نے ہتھیار اس واسطے باندھے ہیں۔ کہ میں دشٹ پاپیوں کا

ناش کروں گا۔

دیگر ثبوت

گورو ہرگوبند جی گورو ارجن دیو جی کے فرزند ارجمند تھے۔ انہوں نے گئو برہمن کی رکشا کے لیے شستر دھارن کیے۔ اور آپ کے وواہ وغیرہ سنسکار شاستر ریتی کے مطابق ہوئے۔

(۶) گورو ہر رائے جی پکے ہندو آریہ تھے

یہ بابا گوردتہ جی کے صاحبزادے تھے۔ آپ کا وواہ ہندو ریتی کے مطابق ہوا۔ آپ اتنے کٹر ہندو تھے۔ کہ جب ان کے بڑے لڑکے رام رائے نے اورنگ زیب کے پاس جا کر لحاظ سے "مٹی مسلمان کی پیڑے پئی گھمیار" کی جگہ "مٹی بے ایمان کی پیڑے پئی گھمیار" کہہ دیا۔ اس وقت اورنگ زیب تو بڑا خوش ہوا۔ مگر گورو ہر رائے جی اس سے ناراض ہوئے۔ کہ گدی کا حق چھین لیا۔ اور گورو ہرکشن اپنے دوسرے صاحبزادے کو دے دیا۔

(۷) گورو تیغ بہادر جی پکے ہندو آریہ تھے

ثبوت اوّل (تواریخ خالصہ صفحہ ۲۷۷)

اس وقت (اورنگ زیب کے عہد میں) تمام کشتری برہمن دکھی ہو کر سکھوں کو ساتھ لے کر ششدر ہوئے ہوئے آنند پور میں گورو تیغ بہادر جی کے پاس آئے۔ اور با ادب درخواست کی۔ کہ مہاراج اورنگ زیب کے ظلم کا طوفان ہندو دھرم کی کھیتی کو برباد کر رہا ہے۔ جو ظلم اور پاپ کبھی کانوں نے نہ سنے تھے وہ اب آنکھوں کے سامنے دیکھے جا رہے ہیں۔ جس بادشاہ کا دھرم ساری پرجا کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرنا تھا۔ وہ پکشش پاتی ہو رہا ہے۔ برے سے برے محمدی کو اچھا۔ اور نیک سے نیک ہندو کو برا سمجھتا ہے۔ دھڑا دھڑ گئوؤں کا گھات ہو رہا ہے۔ بلکہ ہمارے ہی گھروں میں آ کر ہمارے روبرو ہی ذبح کر کے لے جاتے ہیں۔ پشو کے مرنے سے پہلے اگر اطلاع نہ دی جائے۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ آپ نے گئو یا بیل کو کیوں حرام مرنے دیا؟

اورنگ زیب کے ظلم اور ہندوؤں کی بیکسی نے گورو تیغ بہادر جی کے دل پر خاص اثر کیا۔ بہت دیر وچار کے بعد اپنا سیس دیئے بغیر بات بنتی نہ دیکھ کر جواب دیا۔ کہ جب تک کوئی ست پرش مہاتما بزرگ ہندو دھرم کی خاطر اپنا سر بلیدان نہیں کرتا تب تک اس دھرم کا ٹھہرنا مشکل ہے۔

یہ بچن سن کر اور تو کوئی نہ بولا۔ مگر گورو گوبند سنگھ جی نے جو ۹ برس
کی عمر میں سو برس کی عقل رکھتے تھے۔ اور پتا کی گود میں بیٹھے سارا
ماجرا سن رہے تھے۔ ہاتھ جوڑ کر عرض کی۔ کہ مہاراج! آپ سے بڑھ
کر ہندو دھرم کا محافظ اور پیارا ست پرش مہاتما اور کون ہو سکتا
ہے؟

گورو گوبند سنگھ کے دھرم سے بھرے ہوئے سچے با حوصلہ اور
دور اندیشی کے سخن سن کر سب ہکے بکے رہ گئے۔ پر گورو تیغ بہادر جی
دل ہی دل میں بہت خوش ہوئے۔ گورو گوبند سنگھ کو بڑا پرتاپی اور
سامرتھ وان سمجھ کر چھاتی سے لگا لیا۔ اور اسی وقت تمام ہندوؤں
سے کہا۔ کہ آپ جا کر اورنگ زیب سے کہہ دیں۔ کہ پہلے آپ ہمارے
گورو تیغ بہادر کو مسلمان بنا لیجئے، تو ہم خود بخود ہی سب محمدی بن
جائیں گے۔

ٹھیک یہی واقعہ ہو بہو سورج پرکاش کے صفحہ ۱۰۷ پر درج ہے
اور کون ہندو بچہ نہیں جانتا۔ کہ گورو تیغ بہادر نے ہندو دھرم
کی خاطر رام اور کرشن کا نام سنسار میں قائم رکھنے کی خاطر کتنے
دکھ سہے۔ اور دلی میں جا کر اپنا سر کٹوایا۔ کیا آریہ جاتی یہ برداشت
کر سکتی ہے۔ کہ گورو تیغ بہادر یا گورو گوبند سنگھ جی کو آریہ ہندو جاتی

سے الگ کیا جائے۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔ کہ گورو صاحبان ہندو نہیں تھے؟

دیگر ثبوت

سورج پرکاش صفحہ ۸۱۰ جلد ۱۴
مُلاّں نے اورنگ زیب کو اکہا
جب تک ترک بنے اے ناہیں
نہیں مانت ہندو من ماہیں
ہندوؤں کا مول یہی ہے
نشچے بھئی بات صحیح ہے۔

یعنی جب تک گورو تیغ بہادر جی مسلمان نہ ہوں گے۔ تب تک باقی ہندو بھی دین اسلام کو قبول نہ کریں گے۔ یہ بات اب نشچے ہو چکی ہے۔ کہ ہندوؤں کا مول یہی گورو تیغ بہادر ہی ہے۔

دیگر ثبوت

(سورج پرکاش صفحہ ۸۲۲)

گورو تیغ بہادر جی فرماتے ہیں:-

"ہندو دھرم ہمارا جان، کنٹھا السن بیٹھو تم، آن"

جس وقت قید میں گورو جی کو ابھکش بھوجن دیا گیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کیا تو نہیں جانتا۔ کہ ہم ہندو دھرمی ہیں۔ جو تو نے ابھکش بھوجن ہمارے لئے بھیجا ہے؟

دیگر ثبوت

۱۔ سر دے ہندو دھرم ابھاروں۔ ترک راج کی جڑھیں اکھاڑوں

۲۔ ہندو دھرم جگ لیو بچائی۔ سب سرگن کی ورن سہائی

دیگر ثبوت

۱۔ تلک جنجو راکھا پربھ تاکا۔ کینو بڑو کلو میں ساکا

۲۔ سادھن ہیت اِتنی جن کری۔ سر دیا پر سی نہ اُچری

(مطلب) پربھو نے گورو تیغ بہادر جی کے تلک اور جنیو کی رکشا کی۔ جنہوں نے کل یگ میں آکر بڑا بھاری کام کیا۔ سادھو دھرماتماؤں کی رکشا کے لئے آپنا سر دیدیا۔ مگر اُف تک نہ کی۔

دیگر ثبوت

گورو تیغ بہادر جی گورو ہر گوبند جی کے صاحبزادے تھے۔ ان کی شادی ہندو دھرم انوسار ہوئی۔ آپ نے نیز ہندو یا تراہت کی سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے ظلم کو کم کرنے کے لئے جہاں آپنا سر کٹوایا۔

وہاں گورو گوبند سنگھ جیسا شور ویر دھرماتما پتر آریہ جاتی کی رکشا کے لیئے پرماتما سے حاصل کیا۔

گورو گوبند سنگھ جی کے ہندو (آریہ) ہونیکا ثبوت

گورو گوبند سنگھ جی نے نینا دیوی پہاڑ پر جا کر بڑا بھاری ہون یگیہ کیا۔ سورج پرکاش میں اس کا ذکر بڑے دستار سے کیا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ یہ یگیہ صرف ہندو دھرم۔ گئو اور برہمن کی رکشا کے لیئے کیا گیا تھا۔ برہمنوں کو بلا کر پورن ویدک ریتی سے ہون سامگری بنوائی گئی۔ سورج پرکاش میں اُن تمام چیزوں کا ذکر ہے۔ جو سامگری میں ڈالی گئیں۔ ویدمنتروں دوارا یگیہ کیا گیا۔ دن میں پانچ پہر ہون ہوا کرتا۔ اور تین پہر آرام کیا کرتے تھے۔ اس یگیہ کا پروہت پنڈت کیشوداس ایک ودوان برہمن تھا۔

دیگر ثبوت

(دسم گرنتھ صفحہ ۵۱۴ کے شلوکوں کا ترجمہ)

اے پرماتما! میں کشتری کا بیٹا ہوں۔ برہمن کا نہیں۔ مجھے تپ کرنا نہیں آتا۔ یدھ کرنا ہی آتا ہے۔

پیارے پربھو! خوش ہو کر مجھے یہ وردان دو۔ کہ جب میرا آخری وقت

آئے۔ تب ہیں لڑائی میں یُدھ کرتا ہوا ہی اپنے پران تیاگوں۔

دیگر ثبوت

گورو گوبند سنگھ جی گورو تیغ بہادر جی کے صاحبزادے تھے۔ اُنہوں نے تین شادیاں کیں۔ اور وہ تینوں ہی کشتریوں کے ہاں ہوئیں۔ اور شاستر ریتی انوسار ہوئیں۔ گورو جی نے پتا کے نام پر ایک بڑا بھاری یگیہ کیا۔ برہمنوں کو دان دیا۔ اِن کے کُل کا پروہت پنڈت دیا رام برہمن تھا۔ اس کے متعلق یوں لکھا ہے: ر

کیو وید تیغ دیا رام یُدھنگ۔ کیوورن کی جیو نہاں یُدھ سدھنگ

ناظرین! یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اور کوئی سکھ اس بات سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ گورو گھر کے تمام رسم و رواج ہندو دھرم کے مطابق وید شاستر ریتی انوسار ہوئے۔ ان کے رشتے ناطے اور تعلقات ہندوؤں سے تھے۔ تاریخ خالصہ اور سورج پرکاش اس بات کی گواہ ہیں۔ اور گرنتھ صاحب اور دسم گرنتھ کے صفحوں کے صفحے ہمارے دعوے کی تصدیق کرنے کو تیار ہیں۔

اب سوال یہ ہے۔ کہ جب گورو صاحبان نے اپنے بیاہ سنسکار اور دیگر رسومات ہندو دھرم کے مطابق ویدک ریتی

سے کروائے ۔ اپنی زندگی میں کوئی رسم گورو مریادا کے نام سے
جاری نہیں کی ۔ تو آج دو اڑھائی سو سال کے بعد کس آدھار
پر ہمارے نوین خالصہ بھائیوں نے اپنی من مانی مریادا کو گورو
مریادا کا نام دے کر جاری کر دیا ہے ۔ اور دکھ تو اس بات کا ہے
کہ گورو صاحبان کی اس پوتر بانی کو جو انہوں نے ایشور پریم اور
پربھو بھگتی میں مست ہو کر پرماتما کو سارے سنسار کا پتی اور
جیووں کو استری کا النکار دے کر کہی تھی ۔ سنسارک بھوگوں میں
لگا کر بڑا بھاری پاپ کیا ہے ۔ نمونہ کے طور پر ہم یہاں پہلی
لاؤں جو آج کل سکھ بھائی بیاہ میں پھیرے دیتے وقت پڑھتے
ہیں ۔ کا ارتھ درج کرتے ہیں :-

ہر پہلڑی لاؤں پرورتی دھرم درڑایا بل رام جیو
بانی برہما وید دھرم درڑھو پاپ تجایا بل رام جیو
دھرم درڑھ ہر نام دھیاوہو سمرت نام درڑایا
ستگور پورا ارادھو سکل دکھ پاپ گنوایا
سہج آنند ہوئے وڈبھاگی من ہر ہر میٹھا لایا
جن کہو نانک لاؤں پہلی آرمبھ کاج رچایا

(مطلب) پہلی لاؤں کیا ہے ۔ دھرم میں پرورتی کرنی ۔ دھرم

پر دِرڑھ اور مضبوط قائم رہنا ۔

اے منشو! ویدوں کی وہ بانی جو برھما کے ذریعے پرماتما نے پرگٹ کی ۔ اُس پر قائم رہو ۔ آپ لوگوں کے پاپ دُور ہوں گے ۔ دھرم پر دِرڑھتا رکھو ۔ ہری جو پرماتما کا نام ہے ۔ اُس کو جپو ۔ سمرتی میں جو نام کی مہما ہے ۔ اُس پر دِرڑھتا رکھو ۔ ستگور دپوُرا گورُو جو پرماتما ہے ۔ اس کو سمرو ۔ جس سے تمام پاپ دُور ہو جائیں گے ۔ ایسا کرنے سے سہج ہی آنند ہوا ۔ اور بڑے بھاگ جاگے ۔ کہ پرمیشور کے میٹھے نام کا من میں جاپ کیا ۔

گورو رامداس جی فرماتے ہیں ۔ کہ یہ برہم کے حصول کی پہلی لاؤں یا آغاز ہے ۔ ایسا کرنے سے ایشور کی بھگتی مارگ میں انسان پہلا قدم رکھتا ہے ۔

پیارے ناظرین! ذرا غور فرمائیے! کیا یہ لاؤں ور اور کنّیا کے پھیرے دینے کے لئے لکھی گئی ہے یا یہ ایشور پراپتی کا پہلا سادھن بتلایا گیا ہے؟ اس طرح چاروں لاؤں کا انکار دے کر گورو رامداس جی چوتھی بادشاہی نے چار سادھن ایشور پراپتی کے بتلائے ہیں ۔

اس پہلے سادھن میں دید بانی پر درڑھ وشواس کرنے ۔ سمرتیوں کو پڑھنے اور ان پر عمل کرنے ۔ ان میں جو ایشور سمرن کی مہما ہے ۔ اس کو وچارنے اور پربھو بھجن کرنے کا اپدیش ہے ۔

پیارے سجنو! جن کے گورو صاحبان ویدوں اور شاستروں کے لاثانی بھگت ہوں ۔ اگر ان کے انویائی گورومارگ کو تیاگ دیں ۔ شاستروں کا پڑھنا تو درکنار سننا تک گوارا نہ کریں ۔ تو ان کی یہ گورو بھگتی نہیں کہی جا سکتی ۔ سچے سکھوں کا یہی فرض ہے ۔ کہ وہ گورو بانی کا آدر کریں ۔ اور آدر اسی حالت میں ہو سکتا ہے ۔ جب وہ ویدوں اور شاستروں کو پڑھیں ۔ اور وچاریں ۔

آجکل نوین خالصہ بھائی ؎

"بانہہ پکڑ ٹھاکر ہو گھدی ۔ گن اوگن نہ پچھانے"

اس شبد کو پڑھ کر بیاہ میں کنیا کا ہاتھ ور کو پکڑا دیتے ہیں ۔ اگر ناظرین اس بانی کو سارے کا سارا پڑھیں ۔ تو پتہ لگے ۔ کہ اس شبد کا کتنا اچھا مطلب ہے ؟ اور کہ ان شبدوں کا استری پرش کے بیاہ سے کوئی بھی تعلق نہیں ۔ اس کے درست معنی مندرجہ ذیل ہیں : ر

"پربھو نے میرے گن اور اوگن پر دھیان نہ دیکر اپنی دیا سے مجھے بھوساگر سے بچا لیا" ۔

گورو صاحبان نے اسی طرح انیک جگہوں پر گرنتھ صاحب میں پرماتما کو پتی اور منشیہ کو استری کا النکار دے کر بھگتی رس کے شلوک لکھے ہیں۔ مثلاً

سوہی محلہ ۳

جو لوڑیں ور بالڑیے تاں گورو چرنی چت لائے
سدا ہووہیں سہاگنی ہر جو مرے نہ جائے

مطلب:- اے انسان! اگر تو ایشور ملاپ کی خواہش رکھتا ہے۔ تو پربھو کے چرنوں میں من کو لگا۔ تب تو سدا سوہاگن یعنی مکتی کے سکھ کو حاصل کریگا۔ پرماتما جو سچا خاوند ہے۔ وہ نہ جنم لیتا ہے۔ اور نہ مرتا ہے۔

پیارے دھرم کے بھائیو! اگر مندرجہ بالا بانی کو استری پرش کے بیاہ سمبندھ میں لگا لیا جائے۔ تو کتنا انرتھ ہو جاتا ہے؟ کیونکہ اس طرح اس کا مندرجہ ذیل ارتھ نکلیگا:-

"اے لڑکی! اگر تو خاوند کی تلاش میں ہے۔ تو گورو کے چرنوں میں چت لگا۔ ایسا کرنے سے تو سدا سوہاگن ہو جائیگی۔ ہر جو نہ مرتا ہے نہ کہیں جاتا ہے"۔

اس لیئے ان ہی دھرم پریمیوں کو سچا سکھ کہنا واجب ہے۔ جو اپنی من مریادا کو گورو مریادا کا نام نہ دے کر پوُرن ویدک ریتی سے اپنے سولہ سنسکار کرتے ہیں۔

گورو بانی میں ویدوں اور شاستروں کی مہما

گورو صاحبان کا جنم اس وقت ہوا۔ جس زمانہ میں ویدوں اور شاستروں کا آدر گھٹ رہا تھا۔ اُنہوں نے ان حالات کو دیکھ کر افسوس کیا۔ اور کہا

(۱) رام کلی کی وار شلوکاں نال محلہ ۳ شلوک صفحہ ۹۱۵ سطر ۱۲

"شاستر وید نہ مانے کوئی۔ آپو اپنی پوجا ہوئی"

(مطلب) لوگوں نے ویدوں اور شاستروں کو ماننا چھوڑ دیا ہے۔ اور اپنی اپنی من گھڑت پوجا شروع کر دی ہے۔

گورو صاحبان ویداں کو ایشوری گیان مانتے تھے۔ شاستروں کا دھرم ہی اُن کا دھرم تھا۔ اس کے پرمان میں ہم گورو گرنتھ صاحب کی بانی درج کرتے ہیں۔ ناظرین غور فرمائیں :۔

(۲) رام کلی محلہ ۳ اشٹپدی

"ویدوں میں نام اُتم سو سُنیں نہیں پھریں جیوں بے تالیا
کہو نانک جن سچ تج کوڑے لگے۔ تن جنم جوئے ہاریا"

(مطلب) ویدوں میں پرماتما کا اوتم نام ہے۔ اس کو نہ سن کر اس طرح بھٹک رہے ہو۔ جیسے کوئی بے تال بھٹکتا ہے۔
اے نانک! جنہوں نے سچ کو چھوڑا۔ جھوٹ میں راغب ہوئے مانو انہوں نے اس منشیہ جنم کو جوئے میں ہار دیا۔

(۳) راگ سوہی لی وار شلوکاں نال محلہ ۳ شلوک ۱
"دیو لبلے اندھیرا جائے۔ وید پاٹھ مت پاپاں کھائے"
چراغ کے روشن ہوتے ہی جس طرح اندھیرا بھاگتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ویدوں کے پٹھن پاٹھن سے بدھی کے پاپ ناش ہو جاتے ہیں۔

(۴) جپ جی صاحب پوڑی ۱۷ صفحہ ۳
"اسنکھ گرنتھ مکھ وید پاٹھ"
لاکھوں گرنتھوں سے ویدوں کا پاٹھ اعلےٰ اور افضل ہے۔

(۵) جپ جی صاحب پوڑی ۲۲ صفحہ ۵
"پاتالاں پاتال لکھ آکاشاں آکاش
اوڑک اوڑک بھال تھکے وید کہن اک بات"
لاکھوں آکاش اور پاتال ڈھونڈ مارے۔ وید ہی ایک بات کہتے ہیں۔

(۶) جپ جی صاحب پوڑی ۳۶

"اہرن مت وید ہتھیار"

بُدھی بمثل اہرن کے ہے۔ اور وید بمثل ہتھیار ہے۔

(۷) گوڑی محلہ ۹ شبد ۹ صفحہ ۲۲۰

"وید پُران جاس گن گاوت۔ تاکو نام ہیئے ہیں دھر رے"

وید اور پُران جس پربھو کے گن گاتے ہیں۔ تو بھی ایسے پرماتما کا نام ہردے میں سمرن کر۔

(۸) آسا کی وار شلوک ۱۳ محلہ پہلا صفحہ ۴۷۰

"چار وید ہوئے سچیار۔ پڑھے گنیے تن چار وچار"

چاروں وید ہی سچے پرگٹ ہوئے ہیں۔ لہذا ان چاروں کا بڑے دھیان سے پٹھن پاٹھن کرنا واجب ہے۔

(۹) پربھاتی کبیر جی شبد ۴ پوڑی ا صفحہ ۱۳۵۰

"وید کتیب کہو مت جھوٹے۔ جھوٹا جو نہ وچارے

جو سب میں ایک خدا کہت ہو۔ تو کیوں مرغی مارے"

وید کی پستک کو جھوٹا مت کہو۔ جھوٹا تو وہ ہے۔ جو ان کو پڑھتا اور وچارتا نہیں۔

اسے انسا نو! جب سب میں ایک خدا کہتے ہو۔ تو مرغی وغیرہ

جانوروں کو کیوں قتل کرتے ہو؟
پیارے دھرم کے پریمی بھائیو! ہمارے دعوے کی تصدیق میں گرنتھ صاحب کے سینکڑوں حوالے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ بدھی مان لوگ ان تھوڑے حوالوں سے ہی اصلیت کو مان لینگے۔ مگر جو پکش پاتی اور ضدی انسان ہیں۔ اُن کے آگے سب کچھ رکھ دو۔ تو بھی وہ نہ مانیں گے۔ ہمارا مطلب کسی سے ورودھ کرنے کا نہیں۔ بلکہ سچائی کا پرچار کرنے کا ہے۔
آشا ہے جس بھاؤ سے ہم نے ان چند سطور کو لکھا ہے۔ ناظرین بھی اُسی بھاؤ سے ان کو پڑھیں گے۔ اور جہاں کہیں بھول سمجھیں گے۔ ہمیں جتلانے کی کرپا کریں گے۔ تاکہ ہن کا فرمان اگر واقعی درست ہو۔ تو اُس کو سدھار دیا جائے۔ سجن پرشوں کا یہی طریقہ ہونا چاہیے۔

اِتی اوم

ہماری نئی پستکیں اور مفید ترین پستکیں

گڑ گج چھٹا بھجن } پنجابی کے اُن بھجنوں کا مجموعہ جن کو مہاشہ تارا چند آریہ سماج سرگودھا والے چٹا پر گایا کرتے ہیں۔ یہ پستک اتنی قبول ہوئی ہے کہ پندرہ دن میں ہی پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا ہے۔ دوسرا ایڈیشن چھپ رہا ہے۔ قیمت اردو صرف ۳؍ فی جلد۔ استریوں کے لیے ہندی اور گورمکھی ہر دو زبان میں چھپ رہا ہے۔ اور ان میں استریوں کے بیاہ شادیوں میں گانے کے لائق بھجن بھی درج کیے گئے ہیں۔ باوجود اس قدر اضافہ کے قیمت صرف ۴؍ فی جلد ؂

ودیا امرت گورمکھی } گورمکھی پڑھے بھائیوں اور بہنوں کے لیے بڑی اُتم پستک ہے۔ آریہ سماجیں منگوا کر تقسیم کریں۔ تو پرچار کے لیے نہایت مفید ہیں۔ اس میں ایشور پرارتھنا۔ ایشور وچار۔ دھرم وچار۔ ودیا وچار۔ من ترنگ۔ من چنتاونی۔ بزرگوں کی سیوا۔ اہنسا وچار۔ پتی برت

دھرم ۔ پراستری درشن وچار۔ پاپوں کی ویاکھیا پر بڑے انمول اور دِلکش دوہرے ہیں۔ قیمت صرف دو پیسہ ۔

گورومت سار گورمکھی } اُردو پستک آپ کے ہاتھ میں ہے۔ وُہ اس کا گورمکھی ترجمہ ہے۔ گورمکھی جاننے والے ہندؤں کے لیئے بڑی مُفید ہے ۔ قیمت ۱ر

عالمگیر دھرم اُردو } اس چھوٹی سی پستک میں ویدک دھرم کے سدھانتوں کو دیگر مذاہب کی کتابوں کے حوالے دے کر درست ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت صرف دو پیسہ ۔

نشے بازاں دی مٹی خراب اُردو } شراب ۔ افیون ۔ بھنگ ۔ چرس گانجا ۔ تمباکو ۔ سگریٹ وغیرہ تمام نشوں کی خرابیاں پنجابی سِیٹھنوں میں بیان کی گئی ہیں ۔ قیمت صرف دو پیسہ ۔

ایشور بھگتی ہر دو حصّہ اُردو } چوبیس بھجن بارہ ماہ موتی رام کی طرز پر بنائے گئے ہیں ۔ بڑی سُندر پستک ہے ۔ تقسیم کرنے کے بڑا زبردست پرچار کرنے لائق ہے۔ قیمت صرف

سستی کتابوں کا یہ سلسلہ محض ویدک دھرم پرچار کی خاطر جاری کیا گیا ہے۔ آشا ہے۔ آریہ بھائی کافی تعداد میں خرید کر ہماری حوصلہ افزائی کریں گے ؛

علاوہ ازیں سوامی دیانند جی مہاراج ۔ پنڈت تلسی رام سوامی ستیانند جی مہاراج ۔ پنڈت آریہ منی وغیرہ آریہ سماجی پنڈتوں کی تصانیف اور ویدک دھرم سمبندھی دیگر کتابیں اور ٹریکٹ اردو ہندی گورمکھی ہر زبان میں موجود ہیں ؛

ملنے کا پتہ :-

تاراچند ویراج آریہ بال کانہ بھارتی پستکالیہ سرگودھا

مفید ترین علمی و تاریخی کتابیں

ترقی کرو۔ اس کتاب کے پڑھنے سے کاہل الوجود انسانوں کے دلوں میں بھی کامیابی حاصل کرنے کے لیے اولعزمی اور شجاعت کی امنگیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ قیمت ۸/

بھوج پربندھ رتناولی۔ اس رسالہ میں مہاراجہ بھوج کی اعلیٰ سخاوتوں اور اس زمانہ کے نامور شعرا کے چیدہ دلپسند شعروں کا مفہوم درج ہے۔

قیمت صرف ۳/

دل پسند کہانیاں۔ بنی نوع انسان کے ہمدرد مشہور روسی مصلح و مصنف کونٹ ٹالسٹائی کی انسان سے فرشتہ بنانے والی نہایت دلکش اور سبق آموز کہانیاں جن کے مطالعہ سے انسانی زندگی میں بہترین تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ قیمت ۸/

خزانہ عقل۔ تفریح طبع کے لیے پاکیزہ ظرافت کی چاشنی میں ڈوبے ہوئے صدہا سوالات مع معقول جوابات جن کے مطالعہ سے انسان کی عقل میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے۔ قیمت ۴/

شریمد بھگوت گیتا۔ شریمد بھگوت کا لفظی بامحاورہ مکمل اور بہترین اردو ترجمہ ۱۲/

یوگ وششٹ اردو ترجمہ ۴/

جیمل وفتا کی شہادت ۔ راجپوت مردوں عورتوں اور بچوں نے اپنی ملکی ۔ مذہبی اور اخلاقی آن و شان کو قائم رکھنے کے لئے جو جو قربانیاں کی ہیں ۔ اُن کا خاکہ نہایت پرجوش پنجابی نظم میں اس کتاب میں اُتارا گیا ہے ۔ قیمت ۴/ ر

جیتی جاگتی مورتیں ۔ اس کتاب میں گورو گوبند سنگھ جی کے معصوم صاحبزادگان کے دیواروں میں چنے جانے نیز بھائی منی سنگھ جی کے بند بند کٹوانے ۔ اور دیگر شہیدوں کے دھرم پر جانیں قربان کرنے کا تذکرہ نہایت پرجوش پنجابی نظم میں لکھا گیا ہے ۔ قیمت ۶/ ر

زعفران زار ۔ مہارانا اودے پور کی مایۂ ناز راجکماری کیسر کے بے جگر دلاورانہ کارنامے جو ہر صبح اپنے پنجۂ فولاد سے شیروں کا شکار کیا کرتی تھی ۔ اور جو اکبر جیسے فاتح شہنشاہ کو ناکوں چنے چبوانے میں کامیاب ہوئی تھی ۔ قیمت صرف ۸/ ر

بال برہمچاری پورن بھگت ۔ بارہ برس کی عمر میں جبکہ ابھی دودھ کے دانت بھی نہیں ٹوٹے تھے ۔ برہمچریہ کے متعلق اس پورن رشی کی درڑھتا کی کہانی درحقیقت نہایت دل لبھادنی معلوم ہوتی ہے ۔ قیمت ۳/ ر

ملنے کا پتہ: رتارچند دیسراج مالکان بھارت پستکالیہ سرگودھا

متفرق آریہ سماجک کتب اُردو

- ستیارتھ پرکاش عہ/
- سنسکار ودھی عہ/
- رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا مترجمہ نہال سنگھ عہ/
- رگوید جہاتما منشی رام ۸/
- اُپدیش منجری ۱۰/
- رشی جیون درشن ۲/
- وشیشک درشن عہ/
- اُپنشد پرکاش مترجمہ سوامی درشنانند جی عہ/
- کلیات آریہ مسافر ۵/
- مجموعہ دھرم سمبندھی ٹریکٹ ۸/

- ویدک سندھیا ۱/
- ست کرم گٹکا ۳/
- ست سنگ گٹکا کلاں ۳/
- وستار پوروک سندھیا ۸/
- سندھیا یوگ ۴/
- جیون چرتر سوامی دیانند کلاں مولفہ ماسٹر لکشمن جی عہ/
- نیائے درشن عہ/
- اُپنشد اُردو مترجمہ پنڈت راجا رام جی ۸/
- پرائشچت وچار ۱/
- سنسکار کیا ہیں؟ ۲/
- گورو شکشا اُردو ۲/

- جیون چرتر سوامی جی از مہتہ رادھا کشن عہ/
- جیون چرتر سوامی جی از مہاشہ کرشن ۸/
- ڈراما رشی دیانند ۱۰/
- رشی وچن امرت ۴/
- دیانند آنند ساگر منظوم ۸/
- سانکھیہ درشن عہ/
- قدامت وید ۱/
- پرشارتھ پرکاش ۱۲/
- اوم پرکاش ۵/
- نیوگ آپت دھرم منڈن ۶/
- آریہ جاتی کے تیوہار ۴/

نوین ویدانت کا ریویو اور اُس کی بنیاد — ۸ / ۱ /
سندھیا پرچار لیکچر (مہاتما ہنس راج) — ۳/
ایشور سدھی و پراپتی — ۴/
ست دنیا رشی کی کتھا — ۸/
ستیہ اُوپدیش مالا از سوامی ستیانند — ۱۲/
ست برتی مہانند ناول — ۸/
مکتی کا سنیہ گیان — ۸/
جگیا — مصنفہ شہزادہ رام — ۴/
ایشور ملاپ ” ” — ۸/
وید اور بائیبل — ۶/
شرادھ ببیک — ۱۰/
قرآن کی چھان بین — ۱/

سوامی دیانند نربھرات سے — ۱/
رن دیا کھیا ارتھات انسانی فرائض کی تشریح — ۲/
صبح اُمید — ۸/
دھرم بیر — ۸/
انند سنگرہ سوامی سروو انند کے اُپدیش — ۱۰/
یوگی مصنفہ شہزادہ رام — ۸/
گرہ شکشک — ۸/
ایشور پوجا — ۸/
دھرم کا سادھن — ۷/
ہمارے بچھڑے بھائی — ۱/
شرادھ سمیکشا اردو — ۱۲/

ویاکھیان مکتا ولی سوامی درشنانند — ۱/ ۴/
اُنتی کا کیندر ارتھات برہمچریہ آشرم — ۸/
ویدک دھرم اور سائنس — ۸/
اُپدیش مالا از مہاتما منشی رام — ۱۰/
آریہ جیون مصنفہ مہاشہ شہزادہ رام — ۵/
سوُرگ کی سیڑھی — ۷/
پرارتھنا پستک — ۲/
یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی — ۳/
عیسائیوں کے ہاتھوں سے ہندو بھائیوں کو بچاؤ — ۲/

(خود ساختہ ہون سامگری اور بڑھیا سگندھت دھوپ بھارت پستکالیہ میں ملتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اخلاقی ناول و کہانیاں

شاہی لکڑہارا عه/
" ڈاکو عه/
" بھکاری عه/
" جادوگرنی عه/
" تپسوی ۸/
" ساہسی ۱۰/
" ہٹ مار ۱۲/
" بھوت ۱۰/
" چور ۳/
" بھگت ۴/
" پتی پران ۱۰/
راج بھگت ۴/
راج بھگتی ۸/
بھگت بھگونت بھگتی ۸/

وجے سنگھ عه/
راج سنگھ عه/
طوفان جنگ ۱۴/
مجھے ضرور پڑھو ۵/
زہریلا آب حیات عه/
عورت کا دل عه/
گردش تقدیر ۱۰/
ماں یا ڈائن ۶/
انمول لطیفے ۲/
عجیب و غریب لطیفے ۲/
ہنسی کا گول گپا ہر دو حصہ ۱۲/
بیربل نامہ ۵/
مہکتے پھول ۸/
مفید و نصیحت آموز کہانیاں ۸/

دلچسپ کہانیاں ۶/
گیان بھنڈار ۸/
امرت پان ہر دو حصہ عه/

تصانیف مسٹر سدرشن

بنگال بنیلیسی عه/
بیگناہ مجرم عه/
امرت . . ۱۰/
صبح وطن . . عه/
چندن . . عه/
پارس ۱۰/
تہذیب کے تازیانے ۱۲/
آنریری مجسٹریٹ ۴/
چٹکیاں . . ۴/
قوس و قزح ۱۴/
قوم پرست عه/

ملنے کا پتہ:- تاراچند دیسراج مالکان بھارت پستکالیہ سرگودھا (پنجاب)

علاجِ وہماتِ دت سنگھ

جو

سکھوں کے رسالہ لیاقت سادھو دیانند جی موسومہ

میرا اور سادھو دیانند جی کا مباحثہ کا جواب باصواب

جسمیں

بھائی دت سنگھ مصنف رسالہ مذکور نے گیانی ہونے کی دھن میں
سکھوں کو خوش کرنے کیخاطر آریہ سماج اور سوامی دیانند پر ناجائز حملے
کرتے ہوئے ناشائستہ الفاظ سے یاد کیا ہے

مصنفہ
حسب [illegible] دیال جی پریذیڈنٹ آرین ڈیبیٹنگ کلب امرتسر

سنہ ۱۹۰۳ء میں مطبع [illegible] میں چھپا

بار اول قیمت فی جلد ۶/

اشتہار

(۱) ہمارے یہاں ہر ایک زبان (مثلاً انگریزی۔ فارسی۔ گورمکھی
اور ہندی وغیرہ) میں نہایت عمدہ ربڑ کی مُہریں تیار کیجا
مدت تک بخوبی کام آسکتی ہیں۔ یہ مُہریں ہر ایک تاجر کیلئے نہایت
انکا چھاپہ یا نقش بہ نسبت تمام اقسام کی دیگر مُہروں کے نہایت صا
ہوتا ہے۔ فہرست قیمت اور نقشہ جات مُہر ہائے ربڑ نصف آنہ کے
پر ارسال کیجا سکتی ہے۔

(۲) ہر ایک مُہر کے ہمراہ بشرطیکہ وہ قیمت میں عہ سے کم نہ
ڈبی۔ رنگ کی گدی۔ برش اور سیاہی کی شیشی جسکا رنگ خر
خریدار ہوگا مفت دیجاوے گی۔

(۳) تمام اقسام کی چیزیں متعلقہ مُہر ہائے ربڑ ہمارے یہاں

(۴) ہمارے یہاں سے ربڑ کے بنے ہوئے انگریزی حروف
ہیں جن سے گھر بیٹھے بٹھائے مُہریں تیار ہو سکتی ہیں۔

(۵) ہر ایک قسم کے نقشے واسطے چھپوائی کے ہمارے یہاں تیار

(۶) لاکھ پر لگانے والی مُہریں اور ہر ایک قسم کی چیز اسمیں نہا
جاتی ہیں+

المشتہر۔ ایس۔ ڈی کھمار اینڈ کمپنی امرتسر

دیباچہ

ارے ناظرین اگست سنہ ۱۹۰۳ء کو میرا ایک دوست ایک کتاب
ربان اردو موسومہ میرا اور سادھو دیانند جی کا مباحثہ مصنفہ بھائی
ت سنگھ) مطبوعہ محمدیہ پریس لاہور سنہ ۱۹۰۱ء میرے پاس لایا۔
بس کو طبع ہوئے قریباً دو سال کا عرصہ منقضی ہونے لگا تھا۔
ں نے اس کو بنظر غور پڑھا۔ اور اس خیال سے جواب [illegible]
ہا۔ کہ شاید کسی آریہ بھائی نے اسکا جواب دے دیا ہوگا۔ مگر مزید
حقیقات سے معلوم ہوا۔ کہ بوجہ عدم مشتہر ہونے رسالہ ہذا کے
ی بھائی کی توجہ اس طرف نہیں کھنچی۔ اس کے بعد بھی میں اس
خیال میں رہا۔ کہ شائد کوئی صاحب ان کا جواب نہ لکھ رہے ہوں۔
لیکن جب نومبر تک کوئی جواب پبلک کے سامنے پیش نہ ہوا۔
میں نے مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ گو یہ رسالہ دانشمندوں کے سامنے
کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ لیکن کوتہ اندیش اشخاص بوجہ اپنی کم فہمی

کے چیونٹی کا ہاتھی بنا لیا کرتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ اسکا مناسب
جواب لکھا جاوے۔ اس کے چند یوم بعد وبائے پلیگ نے امرتسر
میں زور پکڑا۔ جسکے سبب سے مجھے ریاست جموں کی طرف جانا پڑا۔
جہاں میں بسبب مسافر ہونے کے اپنے ارادہ کی تکمیل نہ کر سکا۔ چنانچہ
ایک ماہ بعد جب میں وہاں سے لاہور میں آیا۔ تو میرے دل نے اپنے
اقرار کو پورا کرنے کے لئے جوش مارا۔ جس کو میرے آتما نے قبول کر
چنانچہ ابھی میں اپنے کام کو ختم نہ کر چکا تھا۔ کہ اتنے میں امرت سر
پلیگ کا زور کم ہو گیا۔ جسکے سبب سے مجھے لاہور چھوڑنا پڑا۔ اسکے بعد میں
بوجہ عدیم الفرصت کے نسخہ ہذا کا بقایا حصہ ختم کرنے میں قاصر رہا۔
اس پرم پتا کا دھن باد کرتا ہوں۔ جس کی مہان کرپا اور الوگر
سے میں نے اس خدمت کو پورا کرنے۔ میں کامیابی حاصل کی۔
خالصہ دھرم کی تحقیقات کرتے ہوئے جو حیرت انگیز نظارے
آنکھوں سے گذرے۔ وہ دیکھنے اور سننے سے تعلق رکھتے ہیں۔ امید
کہ اگر زندگی نے وفا کی۔ اور قوائے بدنی باقاعدہ کام کرتے رہے

اور پبلک نے میری اس خدمت کی داد دی۔ تو انکو ایک علیحدہ کتاب کی صورت میں آپ لوگوں کے سامنے پیش کرونگا۔ اس پر ماتحت سے پرارتھنا ہے۔ کہ وہ مجھ کو میرے اس ارادے کے پورا کرنے میں بل دان کریں۔ جس سے میں اپنے ارادہ کی تکمیل کر سکوں۔ چونکہ اس چھیڑ چھاڑ شروع کرنے والے ہم نہیں ہیں۔ بلکہ خالصہ پنتھی ہیں۔ جو آج نظر نہیں آتے۔ اس لئے امید ہے۔ کہ جملہ سنگھ بھائی ہمیں ہر قسم کے الزام سے مستثنٰی سمجھینگے۔ ہمارا مدعا اس تحریر سے کسی صاحب کی دل آزاری کا نہیں ہے۔ بلکہ تحقیقات کے رو سے جو کچھ معلوم ہوا۔ وہ لغرض واقفیت عامہ درج کیا گیا ہے۔ یقین کامل ہے۔ کہ جملہ محققین اسکو نظر انصاف سے دیکھتے ہوئے اصلی نتیجہ پر پہنچینگے۔

خاکسار صاحب دیال ۲۵ نومبر ۱۹۰۳ء

تمہید

چونکہ بھائی دت سنگھ سنہ ۱۹۰۱ء میں فوت ہو چکے ہیں۔ اس واسطے میری
انکی بے جا تحریر کو ٹھوکر دینے سے رکتی تھی۔ اور اس لئے میں نے ارادہ
بھی کر لیا تھا۔ کہ جانے دو مرحوم پر نکتہ چینی کر کے اسکی قبر کی مٹی کیا اوکھیڑنی
ہے۔ لیکن جون سنہ ۱۹۰۳ء میں ایک کتاب موسومہ دمبہ ویدارن پسر
دت سنگھ کی طرف سے دت سنگھ کا نام رکھکر شائع کرائی گئی۔ جو میرے
سابقہ خیال کو تبدیل کرتے ہیں ایک علت ہوئی۔ کہ اب تو پسر دت سنگھ
اپنے والد کے نام پر ایک کتاب شائع کرتا ہے۔ شاید ہے کہ اس کے
پوتے اور پر پوتے بھی اسی وتیرہ کو اختیار کریں۔ اس لئے میں نے
خیال کیا۔ کہ جب اس کج روی کو بعد میں جا کر خیرباد کہنا ہے۔ تو کیوں نہ
اسی وقت سے راہ راست اختیار کیا جاوے۔ اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے
کیونکہ عقل سلیم اس بات کی شہادت نہیں دیتی۔ کہ ایک شخص جو کہ
واقعہ کے سراسر خلاف ہو اور اپنی یا اپنے بزرگوں کی ناموری کی خواہش

سے پبلک کو دھوکا دینے کے لئے کسی ایسی تحریر کو شائع کروائے۔ جو لغویات سے پر ہو اور معترضاں کی اعتراض نہ دس سکنے کے لئے اپنی ایسی کو کام میں لاوے۔ کہ کتاب کو کسی ایسے فرضی مصنف سے منسوب کرے۔ جو اپنی موجودہ زندگی سے چل بسا ہو۔ یا اگر آغوش موت میں نہ گیا ہو۔ تو حالت نزع میں ضرور پڑا ہو۔ اور اس کے لئے یہ یقینی ہو۔ کہ پنجہ اجل سے مخلصی نہیں پائیگا۔ ان کی بے جا تحریرات کا جواب دیکھ ان کو سبق نہ سکھایا جاوے۔ اس قسم کی چال بازیاں عموماً ایسے اشخاص اختیار کیا کرتے ہیں۔ جو اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے۔ یہ سراسر لغو اور بے بنیاد ہے۔ راستی کی سمیں بو تک بھی نہیں۔ لیکن وہ بے اختیار ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہمیشہ پولسی کو کام میں لانے سے وہ اس کے ایسے عادی بن جایا کرتے ہیں۔ کہ سچ انکے مطلق نزدیک نہیں آیا کرتا۔ کیونکہ صحبت کا اثر مسلمہ ہے۔ اور جو چیز کسی شخص کے زیادہ نزدیک رہا کرتی ہے۔ وہ عموماً اس کو مرغوب ہوا کرتی ہے خواہ وہ اس کے حق میں کیسی ہی زبون کیوں نہ ہو۔ لیکن وہ عقل کا اندھا اس کو مفید تر خیال کیا کرتا ہے۔

چونکہ دکھوں سے بچنا اور سکھ کی خواہش کرنا جیو کا خاصہ ہے۔
اس لئے وہ ہمیشہ ایسے اسباب کے فراہم کرنے میں لگا رہتا ہے۔
جن کو وہ آرام دینے والا معلوم کرتا ہے۔ اور وہ چیز جو ایک وقت
میں فراہم کی جاتی ہے۔ اس نیت سے نہیں کی جاتی کہ وہ وہیں
کی وہیں پڑی رہے۔ بلکہ وہ اس خیال سے اکٹھی کی جاتی ہے۔ کہ
وقت حاجت میرے یا میرے کسی عزیز کے کام آئے۔ اور یہ ہو نہیں
سکتا۔ کہ کوئی شخص دو ضدیں باتوں کو دل سے محبت کر سکے بلکہ ہمیشہ
دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ جو شخص نیک ہیں۔ وہ ہمیشہ نیکی کی طرف لگے
رہتے ہیں۔ اور جو بد ہیں۔ وہ بدی کی طرف راغب رہتے ہیں۔ اور یہ بات
علیحدہ ہے۔ کہ بعض نیک بھی اکثر موقعوں پر بدی کی طرف پرورت
ہو جایا کرتے ہیں۔ لیکن خیال رہے۔ کہ ایسے اشخاص نیکی کے دل سے
طالب نہیں ہوا کرتے۔ اس کا کارن کیا ہے۔ کارن وہی ہے۔
جو پہلے بیان ہو چکا۔ کہ جو چیز کسی کو زیادہ بھاتی ہے۔ وہ اس کو زیادہ
استعمال میں لاتا ہے۔ اور اس نیت کو مد نظر رکھتا ہوا وہ ہمیشہ

اس کے ہم جنس چیزوں کے جمع کرنے کی دھن میں لگا رہتا ہے۔ خواہ اُس وقت اُن کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔ لیکن دوسری چیزوں کا اس کو مطلق خیال تک نہیں آتا۔ چونکہ اس قسم کی چیزیں انکے پاس موجود نہیں ہوتیں۔ دوسری چیزوں کے عوض میں بھی اس کو وہی چیزیں استعمال کرنی پڑتی ہیں۔ جبتک کہ ذخیرہ اس کے پاس موجود ہوتا ہے۔ اس طرح رفتہ رفتہ وہ اس بات کا ایسا عادی ہو جایا کرتا ہے۔ کہ دوسرے موقعوں پر اس کو یہ خیال تک بھی نہیں آتا۔ کہ کوئی دوسری چیز بھی ہے۔ جس کا استعمال یہاں پر مناسب اور جائز ہے۔ اور جو چیز اس کی جگہ استعمال ہو رہی ہے۔ وہ غیر مناسب اور غلط ہے۔ ابتدائی علت جو ایسے اشخاص کو اس قسم کی عادات کا شکار بنانے میں ہوا کرتی ہے۔ وہ کوتہ اندیشی ہے۔ کیونکہ کوتہ اندیش انسان اپنے عارضی خواہش سے جو انتہا میں نہایت مفید اور سکھ دایک نظر آیا کرتا ہے۔ ایسے ایسے بیجا فعلوں کے فاعل بن جایا کرتے ہیں۔ جو بعد میں انکی تکالیف کے باعث ہوا کرتے ہیں۔ پس

یہی کیفیت ایسے دروغ گوؤں کی ہے۔ جو بوجہ عادی ہونے دروغ گوئی کے ہمیشہ غلط واقعات کے فراہم کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ اور عارضی نیک نامی کی آرزو سے دائمی بدنامی کا نشانہ ہوا کرتے ہیں

چونکہ بھائی دت سنگھ اور ان کے پس ماندگاں ایک ایسے دھرم سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو بقول مسٹر ولیم راٹی گین صاحب تعلیم یافتہ اور حکماء فلاسفراں کے لئے نہیں۔ بلکہ سیدھے سادھے لوگوں کے لئے ہے۔ اور مردم شماری اس بات کی کافی شہادت دیتی ہے۔ کہ سکھوں کے فرقہ میں ایک بڑی تعداد جاٹوں کی شامل ہے۔ اس لئے میرا یہ کہنا کوئی مبالغہ آمیز نہیں ہوگا۔ کہ یہ فرقہ طریقہ دہقانی اور کسان کے مروجہ قواعد سے تو کسی قدر واقف ہے۔ لیکن علمی اور عقلی باریکیوں کے جاننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور اسکی بڑی بھاری وجہ یہ ہے۔ کہ ان میں تعلیم بہت ہی کم ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ان میں گورمکھی کا کسیقدر پرچار ہے۔ لیکن معلوم رہے۔ کہ گورمکھی دان کوئی عالم اور زباندان نہیں بن سکتا۔ البتہ سکھوں کا گیانی ہو سکتا ہے

نوٹ ۱ؔ۔ دیکھو رسالہ کوارٹرلی ریویو باہ اکتوبر ۱۸۹۹ع اخبار ستدھرم پرچارک جالندھر ۱۶ دسمبر ۱۸۹۹ع صفحہ ۲

کیونکہ گورمکھی میں سب سے اعلےٰ کتاب آدھ گرنتھ ہے۔ جو عموماً دیہکانی زبان سے پُر ہے۔ اور جس کے مصنف کوئی عالم اور پنڈت نہیں تھے۔ بلکہ عموماً بے علم تھے۔ اس لئے سر ولیم رائٹ گین صاحب کا یہ قول آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ کہ یہ فرقہ کوئی داناؤں کے لئے نہیں۔ بلکہ سیدھے سادھے لوگوں کے واسطے ہے۔ اور چونکہ غلط فہمی لاعلموں کے دلوں پر زود اثر پذیر ہوا کرتی ہے۔ اور کچھ مدت بدستور رہنے سے نقش بر سنگ کا کام کیا کرتی ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ خالصہ قوم کو اس مرضِ مہلک سے مخلصی دینے کے لئے بذریعہ رسالہ ہذا انکی خدمت کی جاوے۔

ہمارے بعض نادان سکھ بھائی جو دت سنگھ کی تحریر پر نازاں ہیں۔ اور اس کی ہمدردی کا اظہار فخر کرتے ہیں۔ اور اس کو خالصہ قوم کا سچا خیر خواہ خیال کرتے ہیں۔ سخت غلطی پر ہیں۔ کیونکہ بھائی دت سنگھ درحقیقت خالصہ قوم کا محب نہ تھا۔ بلکہ میرے خیال میں جانی دشمن تھا۔ اور اسکی دلی آرزو یہ تھی۔ کہ کسی نہ کسی طرح خالصہ دہرم کے پول

کھلیں - اور اسی دھن میں وہ ایسے بواعث کے جمع کرنے میں کوشاں رہا جس کا کہ نتیجہ ہمارے سکھ بھائیوں کو آج دیکھنا پڑا - افسوس کہ وہ اُس کے دیکھنے سے پہلے ہی چل بسا - ورنہ اگر زندہ ہوتا - تو دیکھتا کہ اس کی آرزو کہاں تک بر آنے لگی ہے - امید ہے - کہ ہمارے سکھ بھائی اس جواب سے ہرگز ناراض نہ ہونگے - کیونکہ یہ صدائے گنبد ہے - جیسی کوئی کہتا ہے - ویسی سنتا ہے - گنبد کا اس میں کوئی قصور نہیں ہوا کرتا - اس طرح اگر بھائی دت سنگھ اپنی بے جا تحریرات اور سخت کلامی سے آریہ سماج پر جھوٹے حملے کرنے کی مہلک مرض میں مبتلا نہ ہوتے - تو ہم کو انکے میل دینے کے لئے اس قسم کے نسخے کی تجویز میں وقت ضائع نہ کرنا پڑتا - چونکہ ادویات کا منتخب کرنا مرض کی مناسبت پر منحصر ہوا کرتا ہے - اور گو ہم نے ارادہ بھی کر لیا ہے - کہ تیز ادویات کو استعمال میں نہ لایا جاوے - لیکن تاہم موقع کے خیال سے اگر کہیں استعمال بھی کی جاویں - تو ہیں امید کرتا ہوں کہ ہمارے خالصہ بھائی اس سے ناراض نہ ہونگے - کیونکہ طبیب مریض

کو مرض سے مخلصی دینے کے لئے تدابیر کیا کرتا ہے۔ نہ کہ مریض کی
ہلاکت کے لئے۔ اکثر دیکھنے میں آیا کرتا ہے۔ کہ کوتہ اندیش مریض اور
ان کے لواحق حکیم کی منشا کو نہ سمجھتے ہوئے بدذائقہ ادویات کے
دیکھتے ہی طبیب سے ناراض ہو جایا کرتے ہیں۔ جس سے دورانِ خون
مریض کے رگ و ریشہ میں ایسی تیزی سے چل نکلتا ہے۔ جو حرارتِ غریبہ
کو خاص دل میں بھڑکانے کی علت ہوا کرتا ہے۔ اور اسے حمی بلکہ حمی دق
میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور بجائے معمولی کڑوی ادویات چوتھے دن
پینے کے روزانہ دو دفعہ سخت سے سخت کڑوی اور بدذائقہ ادویات
پینی پڑتی ہیں۔ اسی لئے داناؤں کا قول ہے۔ کہ ایسی بدپرہیزی پر لعنت
ڈالو۔ جو بعد میں آفت لائے۔

بیشتر اس کے بھائی جواہر سنگھ نے جو اس وقت خالصہ کالج کمیٹی کے
سکرٹری ہیں۔ امرت سر دربار صاحب کے گرنتھی ہونے کی زمن میں
ایک کتاب موسومہ پنڈت دیانند سرسوتی کی سوانح عمری پر نوٹس
آریہ سماج کے برخلاف لکھ کر خالصہ قوم کو خوش کرنے کی کوشش کی تھی۔

اور اپنی زبان درازی کے ہر ایک پہلو سے اپنے آپ کو پکا سکھ قرار دینا
اور خالصہ قوم کا سچا خیرخواہ ثابت کرنا شروع کیا تھا۔ جس کا نتیجہ پبلک
سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ آں جناب گرنتھی تو کیا... بنائے جاتے تھے
آریہ سماج سے بھی علیحدہ کئے گئے۔ اور سماج کی طرف سے مہتہ
رادھا کشن صاحب نے نسخہ گرنتھی خوبیاں میں وہ منہ توڑ جواب
دیا۔ کہ سکھوں میں کھلبلی مچ گئی یہاں تک لائبل کیس کرنے کے مسودے پیش
کئے گئے...... کہیں ان جنم ساکھیوں کو ترمیم کیا گیا۔ جن میں رنگڑی
کا حال مذکور تھا۔ غرضیکہ اس چھوٹے سے رسالے نے سکھوں میں وہ
حرکت پیدا کی۔ جس کو اس وقت کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ نتیجہ ان تمام
کوششوں کا جو سکھوں کی طرف اس کے میٹامیٹ کرنے میں کی گئیں۔
یہ ہوا کہ انہوں نے مصنف کو بعد منت وسماجت..... اس بات پر
رضامند کر لیا۔ کہ وہ آئندہ اپنے اس رسالے کے شائع کرنے سے
باز رہے۔ اس کے بعد فریقین کی طرف سے اس قسم کی کوئی تحریر
شائع نہیں کی گئی۔ لیکن اب پھر بھائی دت سنگھ نے گیانی ہونے

کی دھن میں اس پژمردہ پودے کو اپنی ناشایستہ اور غلط تحریروں سے سینچنے کی زیادتی کی ہے۔ جس کے جواب میں ہم کو مجبوراً قلم اٹھانی پڑی۔ کیونکہ اگر ان کی طرف سے یہ رسالہ نہ نکلتا۔ تو ہم کو اس قسم کا خیال تک بھی نہ آتا۔ اس لئے سنگھ صاحبان سے التماس ہے۔ کہ اگر آپ اس رسالہ پر اظہار ناراضگی ظاہر کریں۔ تو بار ناراضگی دت سنگھ اور اس کے پس ماندگاں پر ڈالیں۔ کیونکہ یہ رسالہ انکی تحریر کے جواب میں شایع کیا گیا ہے۔ اس لئے اس کی علت وہی ہو سکتے ہیں نہ کہ ہم۔

بھائی دت سنگھ صاحب کا طفل نوخیز کی طرح اپنی لیاقت کے فخر میں اٹھکھیلیاں کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ غایت درجہ کے خود پسند مغرور اور کوتہ اندیش تھے۔ عارضہ حمق رعونت نے ان پر ایسا غلبہ پکڑا ہوا تھا۔ کہ ہم چناں دیگرے نیست کا قول پوری طرح سے اطلاق پاتا تھا۔ چنانچہ کئی ایک جگہ وہ خود فخریہ بیان کرتے ہیں۔ کہ "دگاؤں کے گاؤں مجھے ذی عزت

خیال کرتے تھے"۔ ناظرین اس بات سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔
کہ آنجناب خود پسندی اور خودنمائی میں کہاں تک سرکش تھے۔ دانش
مندوں کے نزدیک اپنے منہ میاں مٹھو بننا خلاف عقل اور ہوش
ہے۔ کیونکہ عاقلوں کا یہ شیوہ نہیں ہوا کرتا۔ کہ اپنی تعریف آپ کی
جاوے۔ بلکہ دانا وہی ہوا کرتا ہے۔ جس کی دانائی کی لوگ داد دیں۔
یوں تو ہر ایک آدمی اپنا نام ملک رکھ سکتا ہے۔ اور اکثر دیکھنے
میں آتا ہے۔ کہ صدہا آدمی ملک کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔
لیکن دراصل ملک وہی ہے۔ جو کسی ملک کا مالک ہے۔ اس
طرح سے اگر بھائی دت سنگھ صاحب کا ذی عزت نام پڑ گیا تھا۔
تو مبارک ہو ورنہ اگر وہ خود لفظ ذی عزت کہکر ذی عزت بننا
چاہتے تھے۔ تو اپنے منہ سے معزز بننا کچھ اور معنے رکھتا ہے۔
کاشکہ بھائی دت سنگھ صاحب ذی عزت بننے کی دہن میں
آریہ سماج کے برخلاف قلم اٹھانے سے پیشتر ذرا اسکی بابت
اپنے رفیق بھائی جواہر سنگھ صاحب سے مشورہ تو کر لیتے۔

جنکی قلم آریہ سماج کے منہ توڑ جواب کے عتاب سے ہنوز پارہ پارہ ہے۔ تو امید ہے کہ وہ ضرور اپنے اس زعم فاسد سے باز رہتے۔ ہم کو زیادہ تر افسوس بھائی جواہر سنگھ پر ہے جنہوں نے باوجود اس تجربہ کاری کے اپنے شفیق بھائی دت سنگھ پر اس بارہ میں دست شفقت نہ پھیرا۔ ورنہ انکو آج اپنی موت کے بعد اپنی قابلیت کے قابلے اکھڑوانے کا وقت نہ آتا۔

پیشتر اس کے کہ ہم نفس مضمون کی طرف راغب ہوں کہ آیا مباحثہ ہذا وقوع میں آیا تھا یا نہیں۔ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم اپنے ناظرین کو بھائی دت سنگھ کے حالات سے آگاہ کریں۔ کہ بھائی دت سنگھ صاحب کون تھے۔ کہاں کے رہنے والے تھے۔ اُن کے عادات کیسے تھے۔ کیا مذہب رکھتے تھے۔ اور اُس زمانہ کے سکھوں کی اُن کی بابت کیا رائے تھی۔

بھائی دت سنگھ ولد بھائی کوڑا سنگھ ہو لد بھائی دیوان سنگھ قوم چمار
موضع بجّے کی چھپلیاں ضلع انبالہ کا رہنے والا تھا۔ اس کا پہلا نام
ہردت رام تھا۔ سولہ یا ستارہ سال کی عمر میں بمعہ اپنی زوجہ کے
سادھو گلاب داس کا چیلہ بنا۔ اور مدت تک موضع چٹے گلاب داس
ضلع لاہور کے گردنواح میں گدائی کر کے مسمی گلاب داس کی رسد
رسائی کرتا رہا۔ بھائی بوڑ سنگھ صاحب ضمیمہ دھار مک چہرے
(مطبوعہ سنت سنگھ لودراوری انٹل پریس انارکلی لاہور) کے
صفحہ ۱ قالم ۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بھائی دت سنگھ جی دی
.... جو شروع تھی ہی اُنّاں دے پتا توں الگ ہو کر اسی
ٹھکانے (چٹھی گلاب داس) وچ آ رہی سی۔ ہن تک گدی دے
متحت ہو کتھی ہی رہندی ہے۔ گدی دا استھان جو قلعہ دی
نیائیں، چو طرفی دیواراں نال گھیریا ہویا ہے۔ اُتے ایک وڈا
دروجہ لگایا ہویا ہے۔ اس دے اندر ہی گلاب داس دی
مڑہی محل اُتے بھائی دت سنگھ جی دی .... دی کوٹھیا

موجود ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھائی دت سنگھ کے گلاب داسیا ہو
نے کی علت اتنی ..... تھی جو پنتشتری سے (۱۰) کے باپ سے الگ
ہو کر موضع چٹے گلاب داسی میں بودوباش رکھتی تھی اس کے بعد بھائی دت سنگھ
صاحب نے اپنی رہائش اٹیچ پور تحصیل کھرڑ ضلع انبالہ کی جھونپڑی میں
تبدیل کی اور مدت تک اس گردنواح کے لوگوں کو گمراہ کرکے اپنے آپکو
پوجا کرن دا پنا گھاتے اور گورو کہلاتے رہے ان کے دو مشہور شاگرد
تھے جن کی بابت بھائی ویر سنگھ صاحب ضمیمہ مذکور کے صفحہ ۱۴ پر عنوان
"نمبروں پر وچار" کے اندر لکھتے ہیں کہ "بارہ نمبر دار جیں دے سر پر لگیں
ہیں اتے سمند اجیں نے کہیں کٹا دئے ہیں بھائی دت سنگھ جی دے
ہُن تک پرسدھ چیلے ہن وے لوگ ہُن تک گو بھا ہانس لکھانے آئے
حق پسند ہے ہن بھائی دت سنگھ جی اپنے اخبار دوارا انہاں دو بھیان
پشتاں دا اوتر دیں۔ جدوں آپ سن ۱۸۸۸ء دے لگ بھگ آریہ سماج
توں لاہور دی سنگھ سبھا وچ آئے تدوں گلاب داسی اتے آریہ سماجی ہونے دے
کارن آپنے تھاں امرت چھکیا اکھوا نہ تنخواہ بخشوائی"۔

اس اظہار سے جو اُس زمانہ کے ایک معزز سنگھ صاحب سے وقوع میں
آیا معلوم ہوتا ہے کہ بھائی دت سنگھ صاحب سکھ نہ تھے بلکہ عقاید خالصہ
کے سخت برخلاف تھے جیسا اوپر بیان کیا جا چکا ہے کیونکہ انہوں نے
رسوم پوہل کو ادا نہیں کیا ہوا تھا اور کوٹھا ناس اوڑاتے تھے ان کے
چیلے چانٹے حُقّے پیتے تھے کوٹھا کھاتے تھے عمدہ سے عمدہ حجامت کرواتے
تھے جو کہ خالصہ پنتھ میں نہایت زبون کام سمجھے جاتے ہیں اور سکھوں
کے خیال میں کوئی شخص بھی ان کاموں کو کرتا ہوا سکھ نہیں رہ سکتا۔ اس
میں کوئی شک نہیں کہ بھائی دت سنگھ کے سر پر کیس ضرور
تھے لیکن یہ امر کوئی ان کے سکھ ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ کیونکہ
عموماً ہر ایک عورت کے سر پر بال ہوا ہی کرتے ہیں وہ بوجہ
بالوں کے سکھ نہیں کہی جاتیں۔ اگر کیسوں کا ہونا سکھی دھرم
ہی کی شہادت ہے تو ہر ایک عورت سکھ سمجھنی چاہئے۔
لیکن کوئی سکھ کسی چماری کے ہاتھ سے لے کر کھانے کے لئے تیار
نہیں ہے اور نہ کسی مسلمانی کے ہاتھ کا چڑھایا کڑاہ پرشاد کبھی گوردوارہ

میں تقسیم پا سکتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف کیسوں کا ہونا ہی سکھ ہونے میں کوئی دلیل نہیں۔ دیگر کسی شخص کا نام مثل سکھوں کے رکھنے سے وہ سکھ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ عموماً راجپوتوں کے نام کے اختتام پر لفظ سنگھ مستعمل ہوتا ہے حالانکہ خالصہ دھرم سے وہ کوئی رشتہ نہیں رکھتے۔ دیگر وہاں لفظ گیانی جو کہ سکھوں کی ٹکنیکل ٹرم ہے اور جس شخص سے یہ منسوب ہوتا ہے اس کی بابت ظاہر کرتا ہے کہ یہ شخص سکھ مذہب کی کتابوں کو جانتا ہے اور اُن کے سدھانتوں پر چلتا ہے اور اُن کو دل سے پیار کرتا ہے۔

جب کہ کوئی شخص غیر مذہب کا باوجود پوری طرح واقف ہونے کتب متعلقہ خالصہ دھرم کے سکھوں کے خیال سے خالصہ دھرم میں گیانی کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ جیسے ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ صاحب وغیرہ جنہوں نے کہ خالصہ دھرم کی خوب چھان بین کی گیانی نہیں بولے جاتے تو ہم

ان خالصہ صاحبان کی اس غلطی پر بڑے حیران ہیں جنہوں نے
بھائی دت سنگھ صاحب کو گیانی لفظ سے منسوب کر کے
میں دھوکا کھایا۔ جہاں تک غور کی گئی یہی معلوم ہوا کہ بھائی
دت سنگھ صاحب ازروئے عقاید سکھاں گیانی کا [illegible]
درکنار سکھ بھی نہیں رہ سکتے تو ہم نہیں جانتے کہ لیڈر
سکھ قوم اس غلطی کو جو قوم کے اکثر حصہ میں غلطی سے کچھ
پکڑ گئی ہے رفع کرنے کی توجہ کیوں مبذول نہیں فرماتے اور سکھ
صاحبان اس لفظ کے ناجائز استعمال سے اپنے آپ کو کیوں باز
نہیں رہ سکتے۔

ندرت یک بھائی دت سنگھ صاحب آریہ سماج لاہور کے
رجسٹرڈ ممبر رہ کر نیز وہ اپدیش کرنے کے سبق سیکھ رہے
آخر جب ۱۸۸۸ء کے لگ بھگ بھائی جواہر سنگھ صاحب
آریہ سماج لاہور کے دفتر میں دربار صاحب امرتسر کے گرنتھی
ہونے کی خوشی میں [illegible] انہوں نے آریہ سماج اور اس کے

پرم ہت کاری سوامی دیانند سرستی صاحب کو بڑا اُبرا کہنا
شنی کی ادویات کا مفصر حصت نسخہ خالصہ قوم سکھ خوش کرنے کی خاطر
بنایا شروع کیا جس کا نسخہ پبلک سے پوشیدہ نہیں ہے
چونکہ آپ بھائی صاحب مذکور کے جگر و جان تھے اس لئے سماجک
لوگ آپ سے بھی متنفر ہوئے اور آخر کار یہی نفرت آپ سے سماج
چھوٹنے میں علت ہوئی اس کے بعد آپ سنگھ سبھا ہو گئے
ممبر بنے اور اپنے رفیق سے کئی درجہ بڑھ چڑھ کر آریہ سماج
الفاظ ناشائستہ سے یاد فرمانے پر کمربستہ ہوئے جو شان
شاگردان سعادت مند سے بعید تھا۔
مدعی کی نسبت خالصہ قوم کے سرکردہ اشخاص کی جو رائے
تھی اس کا درج کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ ناظرین خود
اللہ نوجوان بہادر امرتسر مطبوعہ ۵ فروری سنہ [illegible]ء کے صفحہ
۷ کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

جہاں تک تحقیقات کی گئی ہے یہی معلوم ہوا ہے۔ کہ
سوامی دیانند سرسوتی اور بھائی دت سنگھ کے درمیان تین دفعہ
بحث ہونی تو درکنار ایک دفعہ بھی نہیں ہوئی۔ کیونکہ جب ۱۹-
اپریل ۱۸۷۷ء کو مباحثہ اوّل وقوع میں آیا تو اس کے ۳ - ۴ - برس
بعد دت سنگھ کا کتاب کی صورت میں اس کو طبع کروا کر فروخت
کرنا سوائے ٹکے بٹورنے اور لیاقت خود کے ڈانکے اُکھڑ دلنے کے
کیا معنی رکھتا ہے۔ اگر یہ مباحثہ واقعی ظہور پذیر ہوا ہوتا۔ تو
سنہ ۱۸۷۷ء کو ہی یا اُس کے ایک دو برس بعد طبع ہونا چاہئے
تھا۔ کیونکہ ۲۳ صفحہ کے رسالہ کو چھپتے ہوئے کیا دیری لگ
سکتی تھی۔ اگر اب پسماندگان دت سنگھ ہماری اعتراضی زد سے بچنے کیلئے
اس حیلہ اور بہانے کو اپنا مربی اور مددگار قرار دیں کہ اُس وقت
ان کے پلّے دام نہیں تھے تو بھائی دت سنگھ کا اپنے رسالہ
کے صفحہ ۱۰ پر یہ لکھنا کہ "گاؤں کے گاؤں مجھے ذی عزت خیال
کرتے تھے" بالکل لغو اور بے بنیاد ثابت ہوگا کہ اس وقت

اُن کے پاس کوئی آدمی بھی ایسا نہ تھا جو راہ راللہ یا قرضہ کے
طور پر چار پانچ روپے اُن کو رسالہ مذکور کی چھپوائی وغیرہ کیواسطے
دے سکتا۔ جو کہ ایک عام آدمی کر سکتا ہے۔ یا یہ کہ ان کے پاس
اس قسم کے آدمی تو موجود تھے لیکن وہ ان کا اعتبار نہیں
کرتے تھے تو اس حالت میں یہ بے اعتبار ثابت ہوں گے اور
سوال پیدا ہوگا کہ جب اُس وقت اُن کو ایک معمولی سی رقم
دینے کے لئے کوئی طیار نہ تھا۔ تو حیرانی کی بات ہے کہ یہ ذی عزت
کہاں سے بن گئے کیا ذی عزت کے یہی معنے ہیں۔ اگر واقعی
آپ ذی عزت لفظ کو اس کے اصلی معنوں کے خلاف تصور
کرتے تھے تو ہم بسر و چشم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ٹھیک اُس وقت
لوگوں میں ذی عزت تھے۔

رسالہ زیر جواب کے اس قدر عرصہ دراز کے بعد طبع ہونے میں
یہ دلیل شاید کسی حد تک ٹھیک ہو سکے۔ کہ سوداگران کاغذ ایسے
ضخیم رسالہ کے لئے کاغذ مہیا نہیں کر سکتے تھے یا چھاپے خانے والے

ایسی بڑی کتاب کو چھاپنے کے لئے عاجز تھے یا یہ کہ رسالہ مذکور
اپنی ستی پلید ہونے کے خوف سے مصنف کی قلم کو روکتا رہا تھا۔ یا
قلم مصنف اس لغو اور بے بنیاد تحریروں کو تحریر کرنے سے بخوف
راستی دیانند جھاڑیوں میں جا چھپی تھی۔ اور بعد مرگ سوامی صاحب
مذکور اس خوف سے بے خوف ہونے کے باہر نکلی ہے۔

یہ بات مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ عام وجود خاص وجود کے ساتھ
تعلق پیدا کرنے سے ایک خاص خصوصیت حاصل کر لیتے ہیں۔
جو ان کی شہرت کا باعث ہوتی ہے۔ مثلاً الف جو ایک امرتسری
مجسٹریٹ کا منشی ہے ایسے اشخاص کے سامنے جو اس کے حالات
گذشتہ سے بالکل نا آشنا ہوں یہ مشہور کرے کہ میں شاہ ایران
کا میر منشی تھا یا اس کا لڑکا اس کی وفات کے بعد اپنی اور اپنے
والد کی عزت بڑھانے کی غرض سے یہ مشہور کرے کہ میرے والد صاحب
شاہ ایران کے میر منشی تھے تو ایسا کہنے سے گو الف یا اس کا لڑکا
شاہ ایران کے مرغوب خاطر نہیں ہو جاتے اصل میر منشی کی دولت

کے وارث قرار نہیں دئے جاتے انکی لیاقت مرتبہ اور حلیہ ان سے
تبدیل نہیں ہو جاتا۔ لیکن اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ
تاوقتیکہ انکی قلعی نہ کھلے ان کی عزت پبلک کے روبرو ایسی ہی
ہوتی ہے جیسی کہ اصلی میر منشی کی ہونی چاہیئے۔ اکثر دیکھنے میں
آتا ہے کہ بہت سے غریب آدمی اپنی شہرت کیخاطر امیروں کو جھوٹ
موٹ اپنا رشتہ دار بنا کر ان کی خدمات بغیر کسی معاوضہ کے کیا کرتے
ہیں۔ چنانچہ ایک غریب کسی راجہ کے پاس گیا اور کہا کہ میں آپ کو
دبانا چاہتا ہوں۔ راجہ نے کہا کہ اچھا رات کو آجانا چنانچہ بموجب حکم
وہ رات کو حاضر ہوا اور اپنے دامن مراد کو گوہر مقصود سے بھرنا
شروع کیا۔ اسی اثناء میں اس نے راجہ کے زانوؤں پر دو دفعہ
لوہے کے کڑے جو اس نے ہاتھوں میں پہنے ہوئے تھے دے مارے
یہ حال دیکھ کر راجہ نے اس سے دریافت کیا کہ سچ کہو اس کا کیا باعث
ہے۔ اول اول تو وہ انکاری ہوا لیکن راجہ صاحب کے زیادہ اصرار
کرنے پر اس نے جواب دیا کہ میں مدت سے یہ سنتا تھا کہ آپ کا بدن

پارس کلہے اور چونکہ یہ روایت ہے کہ لوہا پارس کے ساتھ لگنے سے سونا ہو جاتا ہے بدیں وجہ میں نے اپنے لوہے کے کڑوں کو آپ کے زانوؤں پر لگایا تھا کہ سونے کے بن جاویں تب راجہ صاحب نے ہنس کر کہا کہ اے نادان یہ بالکل غلط ہے۔ پارس درحقیقت کوئی چیز نہیں اور نہ یہ ممکن ہے کہ تیرے لوہے کے کڑے میرے بدن سے چھو کر سونے کے بن جاویں بلکہ ان کے یہ معنے ہیں کہ راجہ لوگوں کی نظرِ عنایت سے غریب آدمی بھی امیر بن جایا کرتے ہیں۔

مہاراجہ صاحب نے حکم دیا کہ اس شخص کے آہنی کڑوں کے ہم وزن خالص سونا اسکو دیا جاوے۔ اسی خیال کی پیروی کرتے ہوئے بھائی دت سنگھ نے اپنے نام کو انیسویں صدی کے فاضل اجل رشی سوامی دیانند سرسوتی سے جوڑ دیا درحقیقت حقیقت وہی ہے جو ناظرین اوپر پڑھ آئے ہیں۔

بھائی دت سنگھ جی کا سوامی جی کی وفات کے بیس برس بعد بذریعہ اپنے رسالہ کے عوام الناس کو دھوکا دینا دانشمندوں کے

رد و بدل کچھ وقعت نہیں رکھتا کیونکہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ کمزور
جب کسی طریقہ سے زور آور پر قابو نہیں پا سکتے تو بیجا شیخی مارنے اور
زبان درازی کرنے کو فخر سمجھا کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں بھائی
دت سنگھ کا "میرے اور سادھو دیانند کے سمباد" کو لکھنا صرف
لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا ہے۔ شاید کہیں گیانی صاحب
بھولے بھٹکے مقام مباحثہ کے آگے سے گذرتے ہوئے بطور تماش بیں
وہاں کھڑے ہو گئے ہوں گے جس کی تمام کارروائی کو تبدیل کر کے
اب تیئیس ۲۳ برس بعد مباحثین میں داخل ہونے کی غرض سے
چھپوایا گیا ہے۔ کیونکہ مدعی کی طرف سے ثبوت دعوے میں
جو تین کس گواہان عطر سنگھ۔ جواہر سنگھ اور روڈو رام پیش کئے گئے
ہیں وہ بجائے دعوے مدعی کو تقویت دینے کے اسکو بناوٹی
بتلا رہے ہیں۔

عطر سنگھ ذیلدار مرحوم جو منجانب مدعی بطور گواہ کے پیش کیا گیا
اُس سے امر واقعہ کی کچھ تصدیق نہیں ہوتی کیونکہ وہ تمام

حالات جو گواہ نمبر اوّل کی بابت عرضی دعوے میں مدعی نے تحریر کئے ہیں مخاطب مدعی ہیں۔ گواہ نمبر اوّل خود اس بات کی کچھ تصدیق نہیں کرتا کیونکہ وہ مدعی کے رسالہ زیر جواب کے طبع ہونے سے پہلے وفات پا چکا تھا۔ اور مدعی کے پاس کوئی ثبوت تحریری از جانب گواہ نمبر اوّل ایسا موجود نہیں ہے جس سے ذیلہ ارمرحوم اس مباحثہ کے وقوع میں آنے کا گواہ بن سکے۔

جواہر سنگھ گواہ مدعی کی شہادت کسیطرح پر بھی اس امر میں قابل تسلیم نہیں ہو سکتی کیونکہ گواہ مذکور رُوت سنگھ کی طرح سوامی دیانند صاحب کے برخلاف اپنے دل کا بخل نکال چکا ہے جو کہ ناظرین سے پوشیدہ نہیں ہے اس لئے بھائی جواہر سنگھ کی شہادت جو منجملہ مدعی نمبر ایک کے ہے۔ کسی عقل سلیم رکھنے والے کے نزدیک امر معاملہ میں ماننے کے لوگ نہیں ہو سکتی۔ دیگر گواہ مذکور یعنے جواہر سنگھ ۱۸۸۰ء سے کہ مدت دراز تک آریہ سماج لاہور کا منتری اور نمبر رہ کر سوامی دیانند کے سدھانتوں کا پرچار کرتا رہا

ہے ۔ اگر واقعی سوامی صاحب مذکور ان سوالات کے جواب دینے
میں قاصر رہے جن کو بھائی دت سنگھ نے اپنے رسالہ میں دکھایا
ہے تو یہ کبھی ممکن نہ تھا کہ جواہر سنگھ جو کہ وشٹ سنگھ کا ایک بڑا بھاری
رفیق اور نگور بھائی یعنی گلاب داسی سادھو تھا ۔ گلاب
داسی مت کو چھوڑ کر آریہ سماج کی شرن لیتا ۔ لیکن اس کی
عملی زندگی اس امر کی کافی شہادت دیتی ہے کہ ویدک دھرم کی سچی
تعلیم نے اُن کے ان تمام شکوک کو رفع کر دیا تھا ۔ جو ہمیشہ کانٹے
کی طرح اس کے دل میں کھٹکا کرتے تھے ۔ اگر بھائی
دت سنگھ سوامی جی سے مباحثہ میں سبقت لیجاتا تو بھائی
جواہر سنگھ کا جو گلاب داسی مت میں اب بھی یقین بڑھنا چاہئے
تھا ۔ نہ کہ گلاب داسی مت سے متنفر ہوتا ۔
رنڈھاوا م حکیم دھرمی کا دوست تھا کیونکہ جب وہ کبھی لاہور میں
آتا تھا رنڈھاوا م کو ملا کرتا تھا جیسا کہ وہ رسالہ مذکور کے صفحہ ۸ پر
تحریر کرتا ہے ۔ اور نیز ہر دو گوالاں بھی جنکا کہ ذکر اوپر کیا جا چکا ہے

مدعی کے دوست تھے - اس لئے ان کی شہادت مدعی کے
لئے ثبوت دعوے کا کام نہیں دے سکتی - کیونکہ یہ عموماً دیکھنے
میں آتا ہے کہ دوست اور تعلق دار اپنے دوست اور
تعلقداروں کی طرف داری اور ان کے مخالفوں کی مخالفت
کیا کرتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ مدعی کے دوست ایک درجہ کے
مدعی ہوا کرتے ہیں اسی واسطے متعلقین فریقین کی شہادت
کسی امر واقعہ کی تحقیقات کے لئے قابل اعتبار نہیں ہوا
کرتی - چونکہ ہر سہ کس گواہان مدعی کے دوست - ہم مذہب
اور تعلقدار ہیں - بدیں وجہ ان کا نام اس مقدمہ کی شہادت دہندگان مدعی
فہرست میں درج نہیں رہ سکتا - کیونکہ شہادت بے رو رعایت
گواہوں کی قابل تسلیم ہو سکتی ہے - نیز سوامی دیانند سرسوتی
اپنے بنائے ہوئے ستیارتھ پرکاش سنہ ۱۸۷۵ء میں نانک
صاحب کو جو خالصہ دھرم کے بانی مبانی خیال کئے جاتے ہیں
دمبھی ثابت کر چکے ہیں اور یہ مباحثہ بموجب تحریر مصنف اول

مرتبہ ۱۹ ۔اپریل ۱۸۷۷ء کو وقوع میں آیا تھا۔ چونکہ گواہ نمبر اوّل اور دوئیم جن کی شہادتوں کو ہم ہر طرح سے رد کر چکے ہیں نانک صاحب کے مرید اور سکھ دھرم کے پیرو کار ہیں اس لئے ان کی شہادتیں اپنے گوروؤں کے مخالف کے حق میں بوجہ پُر از تعصّب ہونے کی کوئی وجہ نہیں کہ قابل تسلیم کیجائیں۔

ثبوت دعوے میں مُدعی کی شہادتیں لینی تو درکنار کوئی وجہ نہیں کہ اس کا عرضی دعوے بھی لیا جا سکے۔ کیونکہ مُدعی خود قریباً ۱۸۸۱ء سے ۱۸۸۸ء تک آریہ سماج لاہور کا ممبر رہ چکا ہے۔ جیسا کہ بھائی بوڑ سنگھ خیر خواہ خالصہ دھرم کی تحریر سے ثابت ہے جو ان مباحثوں سے چار برس بعد کا ذکر ہے۔ جن کو مُدعی نے اپنے رسالہ میں مشتہر کیا ہے۔ اور یہ بات کوئی پوشیدہ نہیں ہے بلکہ روز روشن کی طرح تاریخ دونوں پر روشنی ڈال

رہی ہے - اور اس زمانہ کا بچہ بچہ جو کہ آریہ سماج یا سنگھ سبھا
سے کچھ تعلق رکھتا تھا اس سے بخوبی آگاہ ہے کہ اپنے ہم
بھی اس بات کی ثبوتی کے لئے اشخاص کے بطور نمونہ چند خاص
قوم کے دو سربرآوردہ اشخاص کی شہادتیں پیش کیجاتی
ہیں تاکہ ناظرین کو کسی شک کی گنجائش نہ رہے۔ بھائی
بڈھ سنگھ صاحب "ضمیمہ دھارمک پرچے" کے
صفحہ ۲ پر بعنوان "بھائی دت سنگھ جی" تحریر فرماتے ہیں - کہ
"لاہور دی آریہ سماج وچہ بھائی دت سنگھ پانچ سات
برس لیکچر دیا کھیان آدک دیندے رہے ہیں - نیز بھائی
جواہر سنگھ صاحب جو مدعی کی طرف سے اس مقدمہ
میں بطور گواہ پیش کئے گئے تھے - نمبر ست سبھا کی
بھاشا سمند سنگھ کے کارڈ کے جواب میں جس کا انہوں
نے مکتوب الیہ سے مدعی کے آریہ سماج سے علیحدہ
۵ - ہونے کی ٹھیک ٹھیک تاریخ دریافت کی تھی حسب ذیل

لکھتے ہیں۔

لاہور ۔ ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء

ود پیارے بھائی صاحب جی ۔ واہگورو جی کی فتح ۔ کارڈ آپ کا پہنچا ۔ بھائی وست سنگھ گیانی دا آریہ سماج وچوں نکلنا میں اپنے پرانے کا غذات دیکھے بنا نہیں دس سکدا ۔ کدی فرصت ملی تاں اساں ڈی زندگی دے حال سب لکھے جاویں گے ۔ تد آپ سب پتہ لگ جاوے گا ۔ شبھ چنتک جواہر سنگھ

ہم واضح طور سے اس امر پر بحث کر چکے ہیں کہ مباحثہ ہذا وقوع میں نہیں آیا کیونکہ سوانح عمری بھائی دت سوامی دیانند سرسوتی جی اس بات کی تائید نہیں کرتی بلکہ اس زمانہ کی کوئی کتاب بھی ایسی موجود نہیں جو اس امر کی تصدیق کر سکے ۔ بحث کے طور پر اس وقت اگر ہم مدعی کے دعوے کو تسلیم بھی کریں تاہم بھی اس سے کوئی نتیجہ سچی مدعی نہیں نکل سکتا ۔ کیونکہ وہ اختلافات جن کو بیان کر کے مدعی

فخریہ تحریر کرتا ہے کہ میں سوامی دیانند سے بحث میں فوقیت
پا گیا اور وہ ان کا جواب نہ دے سکے انہیں مسلمات کو جو کہ فریقین
کے درمیان زیر بحث تھے اپنے دل میں ماننا تو درکنار فریق ثانی
کے مشن کا پیروکار ہو کر انکا پرچار کرنا اس بات کو ثابت کر رہا
ہے کہ رسالہ زیر جواب جو آریہ سماج کو چھوڑنے کے قریباً بارہ برس
بعد تحریر کیا گیا ہے بالکل لغو اور پوچ ہے - اگر فی الواقعہ
بھائی دت سنگھ ان مباحثوں میں جو سوامی صاحب اور
ان کے درمیان ہوئے کامیاب رہتے تو یہ ناممکن اور محال تھا
کہ بعد میں ناکامیاب کے سدھانتوں کے آگے سر جھکاتے
یہ ایک بڑی معقول وجہ ہے جو رسالہ زیر جواب کے
جواب میں کافی اور وافی ہے - اور امید ہے کہ کوئی مخالف
اس کے ماننے سے چوں نہ کرے گا - چونکہ کسی امر کو ثابت
کرنے کے لئے دلیل اور شہادت کی اس وقت ضرورت ہوا
کرتی ہے - جب کہ فریقین میں سے کوئی ایک کسی امر واقعہ کے

وقوع میں آنے سے انکار کرے یا اس واقعہ کا وقوع میں آنا لیا
تسلیم نہ کرے جیسا کہ فریق ثانی مانتا ہو۔ لیکن جس حالت میں
مُدعی خود کسی امر متنازعہ کو جس میں کہ وہ اپنے آپ کو راستی پر
سمجھتا تھا دعوے کرنے کے بعد جواب دعوے کو بسر خم تسلیم
کرے تو ایسے فریق کے دعوے کی تردید کے لئے جو کہ امر استغاثہ
متدعویہ کو چھوڑ کر مخالف کے دعوے کو تسلیم کرتا ہے کسی شہادت
اور دلیل کی ضرورت نہیں ہوا کرتی کیونکہ وہ پیکش جس کو لیکر
وہ کھڑا ہوا تھا خود بخود گر جاتا ہے۔ لہٰذا جب بھائی دت سنگھ
مباحثہ کرنے کے بعد آریہ سدھانتوں کو ماننے
لگ گئے تو نتیجہ صاف ہے کہ وہ
اپنے خیالات سابقہ کو غلط
خیال کرتے تھے۔ راخاکسار صاحب دیال۔ ۲۵ نومبر ۱۹۰۳ء

علاج وہمات دت سنگھیہ

اعتراض (صفحہ ۴) "آجکل سادھو دیانند کو ایک بہت بڑا پنڈت
مہارشی عالم زماں ۔ لاثانی بیان کرتے ہیں اور ان کے شاگردوں
نے ان کی تعریف میں پل باندھ کر زمین اور آسمان کے قلابے
ملائے ہیں"۔

جواب ۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یوں تو مدعی صاحب اپنے
آپ کو فخر سے ایڈیٹر لکھتے ہیں مگر تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ
اخباری دنیا میں انتخاب کچھ بھی واقفیت نہیں رکھتے ۔
ماسوا اس کے اگر آپ نے کتب مذہبی کا بھی کچھ مطالعہ کیا ہوتا
تو ایسے غلط دعوے گھڑنے میں وقت نہ گنواتا ۔ لیکن اب کہ
آپ کو گیانی تصور کر لینے سے خودی نے مدعی پر وہ رنگ
چڑھا کر ست اور اسست کے سوچنے کا مادہ ہی نہ رہا ۔ بھائی
صاحب صرف آریہ سماج ہی نہیں بلکہ عالمان زماں اس مہارشی
کی علمیت کو ماننے کے لئے بغیر کسی مذہبی لحاظ کے متفق الرائے
ہیں اور درحقیقت وہ اس قابل ہیں ۔ مدعی خود ہمارے دعوے کو اپنے

رسالہ کے صفحہ ۲۷ پر بعنوان سادھو دیانند جی کے علم و لیاقت
پہ میری رائے کے اندر لکھتا ہے کہ "سوامی دیانند، ویدوں کا
پاٹھ اچھا کر سکتے تھے اور اشٹادھیائی عمدہ طور سے جانتے
تھے اور نیز دس سمرتیاں بھی ان کو یاد آتی تھیں" ناظرین سوچ
کا مقام ہے کہ جب تک کسی شخص کو کسی زبان کی دقیق کتابیں
اور اس کی گرامر نہ آتی ہو وہ اُس زبان کا عالم نہیں کہلا سکتا
چونکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ زبان سنسکرت دُنیا بھر کی تمام زبانوں
سے مکمل وسیع اور پُرانی ہے اور اس میں ویدوں سے بڑھ کر
کوئی دقیق کتاب اشٹادھیائے اور مہابھاش سے بڑھ کر
کوئی مستند گرامر سمرتوں سے بڑھ کر کوئی دھرم شاستر موجود
نہیں ہے تو پس سوامی دیانند کے حق میں مدعی کی یہ رائے انکے
عالم ہونے میں کوئی شک و شُبہہ باقی نہیں رکھتی علاوہ ازیں
نمونہ کے طور پر ہم چند ایک علماء اور اخبارات کی رائیں آگے
چل کر درج کریں گے جو اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے کافی ہونگی

پانی کو آگ لگانے اور گھوڑے ہانکنے کی مہارت سکھ صاحبان کو
ہی ہے۔ آریہ سماجی اس سے کلی بری ہیں اگر معترض سکھوں کے
حالات سے واقف ہوتا تو اس قسم کے بیہودہ اعتراض کرنے
تو در کنار کبھی چوں تک بھی نہ کرتا کیونکہ ان کے خود ہادیان مذہب
یا گورو ان اکثر بھٹا چاریہ تھے ۔ دیکھو
(۱) "اوہ بابا نانک کچھ بہت ودیا پڑھیا ہویا نہیں تھا ۔ نرا کسی
سادھو دے ست سنگ نے اسنوں پرمیشور دے بھجن دا ہی
پریم جاگ اٹھایا سا اور اسدے نچا پوراناں ۔ شاستراں ۔ کتاباں
اتے بنیاں ۔ اوتاراں تے کچھ وکھراسا" دیکھو سکھاں دے
راج دی وتھیا ادھیات تنادے وساں ۔ گوروان
اتے راجیاں دا جیون برتانت آدک جو بحروف گورمکھی گورمنٹ
کے حکم سے پنڈت سردھارام باشندہ پھلور نے تصنیف
کی اور مطبع سریب ہنر لودھیانہ میں ۱۸۶۸ء کو شائع
کی گئی۔

(۲) "نانک خود کوئی غور کرنے والا فلوسفر نہ تھا۔ اس میں علمیت کے کچھ تھوڑے سے اصول تھے۔ اس نے سکول یا باہر کی کوئی باقاعدہ تعلیم نہیں پائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُسکے خیالات جو کہ اب گرنتھ میں پائے جاتے ہیں مبہم طور پر بیان کیے ہوئے ہیں" دیکھو ترجمہ آدگرنتھ انگریزی مرتبہ ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ صاحب جو کونسل میں پاس ہو کر بحکم وزیر ہند ہندوستان کے لئے ۱۸۷۷ء میں شہر لنڈن میں طبع ہوا۔ صفحہ ۱۱۴ ×

(۳) "نانک نہ تو خود کسی طرح آزاد خیال رکھنے والا تھا۔ اور نہ ہی اُس کو کسی نئے مذہبی فرقہ چلانے کا خیال تھا۔ اسنے تمام ضروری مسائل ہندوؤں کی ہندو فلاسفی کی نقل کی ہے اور خاص کر اپنے پیشوا کبیر کی جو اُس وقت ہندوستان میں ایک مشہور آدمی تھا۔" دیکھو مذکورہ بالا ترجمہ آدگرنتھ انگریزی صفحہ ۱۱۷ ۵ ×

(۴) "اگر سکھ چند شبد جو شان محلہ ۲ گرنتھ میں پائے

جاتے ہیں۔ ان میں حضرت نانک کے کلمات کو ہی بار بار دُہرایا ہوا ہے اور از حد کم شرتی پائی جاتی ہے"۔ دیکھو ترجمہ آدگرنتھ انگریزی مرتبہ ٹرمپ صاحب صفحہ LXXVIII۔

(۵) "گورو امرداس اگرچہ اپنے گورو (انگد صاحب) کی طرح نا الکشر (بے علم) تھا۔ جنہیں اس کو صرف چند سادے مسلے جو کہ نانک سے اس نے خود سنے تھے بتلائے گئے"۔ دیکھو مذکورہ بالا ترجمہ آدگرنتھ انگریزی صفحہ LXXX۔

(۶) "معلوم ہوتا ہے کہ ہر رائے نہ تو شبد بنا سکتا تھا اور نہ ہی اس کو شوق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ گرنتھ میں اس کا ایک بھی شبد پایا نہیں جاتا"۔ دیکھو مذکورہ بالا ترجمہ آدگرنتھ انگریزی صفحہ LXXXIX۔

(۷) "گورو ہرگوبند جیسے گورو کو نہ تو غور و فکر کا شوق تھا اور نہ ہی وقت تھا۔ نہ ہی شبد کوئی بیان نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بھی شبد اس کا گرنتھ میں نہیں ملتا"۔ دیکھو ترجمہ آدگرنتھ بزبان انگریزی مرتبہ ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ صاحب صفحہ LXXXVI۔

سوامی دیانند کو رشی یا مہارشی لفظ سے ملقب کرنا کوئی

مبالغہ یا غلطی نہیں ہے کیونکہ ہمیشہ سے ایسے اشخاص

یہ پدوی پاتے چلے آئے ہیں۔ رشی لفظ کے معنے ہی عالم

باعمل ہیں۔ جن کا عملی ثبوت اس پورن وِدوان اور بال برہمچاری

میں کلی موجود تھا۔ متعصب معترض جو سوامی دیانند کی رشی

پدوی سے کڑکڑاتا ہے چوں چرا کرنے کی کیونکر جرأت رکھ

سکتا ہے جب کہ گرنتھ اور گلاب چمن کی مہر یہ تعلیم ان کو سکھلا

رہی ہے کہ سب کچھ پرمیشور ہی پرمیشور ہے تو کیا رشی لفظ پرمیشور

پدوی سے بڑا ہے جو آپ گٹے جاتے ہیں۔ آپ کے خیال میں

تو وہ پرمیشور تھا۔ جو غلط ہے۔ دیکھئے صاحب خلاف قانون

قدرت یاوہ گوئیاں کرنے کے عادی آپ ہیں یا ہم۔

(۱) بکروں سے آدمی بنانا | جب نانک صاحب کاردن کے

شہر میں پہونچے تو مردانے نے شہر میں جانے کی درخواست کی مگر

انھوں نے کہا یہ شہر تیرے جانے کے لئے ٹھیک نہیں۔ مگر

مردانے نے نہ مانا اور چلا گیا۔ جب وہ کچھ دیر تک واپس نہ آیا تو بالے نے بابا نانک صاحب سے اس کی دیر کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ "وہ بکرے کی صورت بنا ہوا ہے اور ایک زن ساحرہ اس پر فریفتہ ہے یہ کہہ کر اس کی رہائی کے واسطے شہر میں تشریف لائے" اور مردانے کو اصلی حالت پر لے آئے۔ یہ دیکھ کر جادوگرنیوں نے اُن پر بہت سے جادو چلائے مگر ایک کارگر نہ ہوا بلکہ وہ خود بھیڑ اور کُتّے کی صورت بن گئیں جنکو "اصلی صورت پر لانے سے بڑے بڑے مسافر عاجز ہو گئے تھے۔ خدمت میں پیش کیا اور ان کا قصور معاف کرنے کی درخواست کی۔ بابا صاحب نے ان کے جسم پر ہاتھ پھیرا وہ بھی فی الفور اصلی صورت پر آگئیں"۔ دیکھو جنم ساکھی گورو نانک صاحب مولفہ گوبند سہائے ملازم محکمہ حفظان صحت پنجاب صفحہ ۳۸۔

(۲) لوگوں سے لڑکے جانا

"سکھ لوگ گورو نانک کو خدا کا اوتار سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدا نانک کی صورت میں تشکل انسان

ہماری نجات کی غرض سے جلوہ گر ہوا تھا۔ سکھوں کی نوشتوں
میں مذکور ہے کہ گورو نانک اپنی بی بی کے پاس نہیں جاتے تھے۔
چنانچہ ایک روز اس نے حاضر ہو کر یہ عرض کی کہ آپ اوروں کی
حاجت روائی تو کرتے ہیں مگر میں بے اولاد ہوں اور تمنا اولاد
رکھتی ہوں۔ میری جانب بھی نظر عنایت مبذول فرمائیے یہ سُن
کر نانک شاہ نے دو لونگ دونو ہاتھوں سے مل کر اسکے حوالے
کئے اور کہا کہ یہ دونوں کھا لینا تیرے دو لڑکے ہوں گے جن سے
خاندان کی بڑی ترقی ہوگی اس نے ایسا ہی کیا۔ اور دو لڑکے پیدا
ہوئے سری چند اور لکھمی چند۔ دیکھو تاریخ پنجاب حصہ اوّل
صفحہ ۸۵ مصنفہ پنڈت دیبی پرشاد صاحب ڈپٹی کلکٹر ممالک
مغربی و شمالی مطبوعہ نول کشور لکھنؤ سنہ ۱۸۷۲ع

(۳۷) روٹی سے خون نکالنا | ایک دفعہ نانک صاحب
ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ میں لالو نجار کے ہاں مقیم تھے تو بھاگو کھتری
نے انکو اپنے یہاں برہم بھوج پر مدعو کیا انہوں نے اس کا کھانا

کھانے سے انکار کیا اس پر اس نے ان کو طلب کیا اور کہا کہ کیا

لالو نجار کا کھانا مجھ سے اچھا ہے - اس پر نانک صاحب نے کہا کہ

آپ کچھ کھلاؤ - اس وقت لالو بھی پیچھے کھڑا تھا اسے بھی کہا کہ تو

بھی کچھ لے آ - چنانچہ ملک بھاگو کا براہمن حلوا پوری لے آیا اور

لالو نجار کو دھرے کی نصف روٹی "نانک جی نے داہنیں ہاتھ

میں کودھرے کی روٹی لی اور بائیں ہاتھ میں پٹھان کے لڑکے کی

بھاگو کی پچیاں کچوریاں لیں دونوں ہاتھوں میں پکڑ نچوڑیں - تو

کودھرے کی روٹی میں سے دودھ نکلا اور پچیاں کچوریاں میں سے

خون نکلا - جتنے لوگ سبھا میں بیٹھے تھے سب کے سب

حیران ہو گئے" دیکھو جنم ساکھی ٹکّاں بالتصویر ہری گورو نانک

صاحب جی آدباوشاہی مصنفہ بھائی بالے والی - بار سویم صفحہ

۵۰ و ۵۱ - ساکھی نمبر ۲۰ مطبوعہ لاہور

(۴) ایک درخت کا سایہ تبدیل نہ ہونا اور سانپ کا پھن سے نانک صاحب کے سر پر سایہ کرنا

"جب گورو نانک صاحب نوں

برس کے ہوئے تو مجھیں چار نے گئے۔ ماہ بیساکھ دوپہر کے وقت گورو نانک صاحب نے ایک درخت کے نیچے آرام کیا۔ ایسے آرام کیا کہ اُس درخت کا سایہ اُن کے اوپر ہی رہا اور دیگر درختوں کا سایہ بدل گیا اور ایک کالا سانپ پھن نکال کر ان کے سر پر سایہ کر کے بیٹھا ہوا تھا۔ دیکھو گورو بالا جنم ساکھی بابے والی صفحہ ۷ ساکھی نمبر ۴ ۔ یہ ذکر تاریخ گورو خالصہ میں بھی آیا ہے۔

(۵) نانک صاحب کا ایک ویران باغ کو فوراً سرسبز کرنا۔

بابا صاحب مع ہمراہیوں کے وارد سراندیپ ہوئے۔ اور راجہ کے باغ میں جو ایک عرصہ سے ویران پڑا ہوا تھا اور تمام درخت اس کے سوکھے ہوئے تھے۔ ایک پتّا بھی نام کو نہ تھا جا اُترے اور اُنہیں سوکھی ٹہنیوں کے نیچے آرام فرمایا۔ وقدم فیض لزوم کی برکت سے وہ باغ سرسبز ہو گیا۔ دیکھو جنم ساکھی مولفہ گوبند سہائے

ساکھی نمبر ۱۶ صفحہ ۳۹ ۔

(۶) نانک صاحب کا اُس کھیت کو فوراً سرسبز کرنا جسکو مویشی چر گئے تھے

"حکایت۔ روزے گاوان در کشت کدام زمینداران آں نواحی رفتہ چناں بخوردند کہ یک پرکاہ ہم درانجا نماند زمیندار مسطور نزد رائے بھولا حاکم آنجا رفتہ داستغاثہ نمود و بندگان عالی را طلبیدہ ازیں معنی استفسار فرمودند ذات مصدقات بر زبان مبارک آوردند کہ روستا محض کاذب و دروغی است کہ راستی و صدق را در شاید نمود آدمان حاکم و روستائے رفتہ کشت زار را بہتر از سابق و بیشتر از بیشتر تر و تازہ معائنہ و مشاہدہ نمودند"۔

دیکھو عمدۃ التواریخ دفتر اوّل مولفہ لالہ سوہن لعل و لالہ گنپت رائے سوری صفحہ ۸۔ مطبوعہ آریہ پریس

لاہور ۱۸۸۶ء -

(۷) دنیا کا عورت کی صورت میں نانک صاحب کے پاس آنا

"ایک روز کا ذکر ہے" ۔ کہ

آپ (نانک صاحب) دریائے راوی کے کنارے پر بھائی بالا و بھائی مردانہ کو ساتھ لئے ہوئے اُجاڑ میں چلے گئے - تو وہاں ایک نہایت حسین عورت مثل حور کے خوب صورت جوانی میں مست زیور و جواہرات سے مرصع - نازک بدن - سیم تن - غنچہ دہن - ہر آن میں چالاک چو بند نہایت عقلمند جن کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھے قیامت برپا کرے - دور سے سجدہ کرتی ہوئی نظر پڑی - اس نے بہت سے ناز و انداز دکھائے پھند و فریب کے جال بچھائے بہتیرے عقل کے پیادے اور گھوڑے دوڑائے - ہر رُخ اور ہر پہلو سے گورو نانک جی کو دام میں لانا چاہا - کوئی شہ اور

کوئی گھات باقی نہ چھوڑا لیکن کوئی چال پیش نہ گئی۔ ایسے بادشاہوں کو شکست نہ دے سکی۔ آخرکار اپنی ساری بازی کو ہار کر خود بخود غایب ہو گئی۔ گورو نانک صاحب نے اس کی طرف نگاہ تک بھی نہ کی بھائی مردانہ نے پوچھا کہ مہاراج یہ کون عورت تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ عورت دُنیا تھی ماما۔

دیکھو تاریخ گورو خالصہ دفعہ اوّل صفحہ ۵۴ مطبوعہ گورو گوبند سنگھ پریس سیالکوٹ ۱۸۹۱ء مصنّفہ گیان سنگھ گیانی مصنّف پنتھ پرکاش۔

(۸) نانک صاحب کا بارگاہ ایزدی میں خدا کے پاس جانا

"بھائی مردانہ نے پوچھا کہ گورو جی آپ مُلک بتّت سے آئے ہیں ہم کو چھوڑ کر تین تہب کہاں چلے گئے تھے تو گورو نانک جی نے کُل حال بارگاہ ایزدی میں جانا اور وہاں کے حکم کا مردانہ کو سنایا۔" دیکھو تاریخ گورو خالصہ حصّہ اوّل صفحہ ۱۴۶

(۹) ایک پہاڑ کا نانک صاحب کے پاس آنا اور آدمی بن جانا

جب درمن دشت میں پہنچے ۔ تو دیکھا ۔ کہ ایک پہاڑ چلا آتا ہے ۔ بھائی مردانے نے کہا ۔ کہ یہ کیا آفت چلی آتی ہے ۔ امید نہیں ۔ کہ ہم اسے جان بر ہوویں ۔ بابا صاحب نے فرمایا ۔ اندیشہ نہ کرو ۔ اور خوف نہ کھاؤ ۔ اتنے میں پہاڑ قریب آن پہنچا ۔ اور آدمی کی صورت دست بستہ بابا صاحب کے حضور میں آ کھڑا ہوا ۔ بابا کہو صاحب پہاڑ کی مٹی پتھر درخت اور جانور کیا سکھوں کے گھر چلے گئے تھے ۔ دیکھو جنم ساکھی مولفہ گوبند سہائے ساکھی ۴۲ صفحہ ۸۵

(۱۰) نانک صاحب کا اڈاری لینا ۔

بوقت صبح وہاں (سلطانپور) سے گورو نانک جی نے اڈاری لی ۔ پونجہ سو (ڈھائی ہزار) کوس پر پچھات کو جا اترے ۔ دیکھو جنم ساکھی کلاں بابے والی ساکھی ۴۸ صفحہ ۱۱۹ تو وہاں (سمیر پربت) سے گورو جی نے اچل پہاڑ کو اڈا لیا ۔ دیکھو گورو بالا جنم ساکھی صفحہ ۱۳۱ ساکھی ۵۹

(۱۱) لکھمی چند کا آسمان کی طرف اڑنا ۔ سکھوں کی کتابوں میں لکھی

ہے۔ کہ ایک روز جب لکھمی چند شکار سے واپس آیا۔ تو سری چند

نے کہا۔ کہ تم خدا کی درگاہ میں جا کر کیا حساب دوگے۔ اس نے

جواب دیا۔ کہ کیا نانک کے لڑکوں سے بھی جواب طلب ہوگا

سری چند نے کہا بے شک۔ تب لکھمی چند نے کہا۔ اچھا ہم پہلے حساب

دے آتے ہیں۔ غرضیکہ وہ سری چند سے اجازت لیکر اپنے گھوڑے

پر سوار ہوا۔ پیچھے اپنی عورت کو بٹھا لیا۔ اور آگے اپنے شیرخوار

لڑکے کو اور مع گھوڑے کے جانب آسمان چلا۔ سری چند

نے جب دیکھا نہایت ستردہ ہوا۔ اور فوراً اپنے جسم کو بلند کرکے

لکھمی چند کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔" دیکھو تاریخ پنجاب حصہ اول

مصنفہ پنڈت دیبی پرشاد مطبوعہ ۱۸۸۶ء صفحہ ۵۰ و ۵۱

(۲) **کلجگ کا نانک صاحب کو چھلنے آنا** جب گاروں دلیس سے نانک صاحب

چلے جاتے تھے۔ تو راستے میں کلجگ روپ دھار کر چھلنے کو آیا۔

گورو جی نے وہ وقت دیکھا۔ آندھی ہو گئی۔ درخت اوڑنے لگے۔ تب کلجگ

نے اژدھا کا روپ دیکھایا۔ پھر چاروں طرف آگ ہو گئی۔

دسواں اُٹھا - تو مردانہ ہینہ ڈھانپ کر بیٹھ گیا - کہنے لگا - گورو جی
کیا کیجے - تو گگنک پانی کا روپ ہو گیا - ٹھٹھا بنکر ہنسنے لگا - گورو
جی کے اوپر پانی نہ پڑے - دور برسے" وغیرہ وغیرہ واہ رے
گپوڑو دیکھو جنم ساکھی کلاں بالے والی صفحہ ۹۵
تا ساکھی ۴۶ -

نانک صاحب کا کیڑوں کے ملک کی سیر کرنا

گورو نانک جی وہاں سے جاتے جاتے کیڑی نگر آنکلے - وہاں بہت
کیڑیاں تھیں - سب زمین کالی سیاہ نظر آتی تھی" - مردانہ ڈرا
اور کہا - یہاں آگے بھی کبھی کوئی آیا ہے - تو گورو نانک جی
نے کہا - مردانہ ایک دن ایک راجہ چڑھا آتا تھا - بادشاہی
کھونی لے کر اس زمین پہ آنکلا - تو آگے سے کیڑے جا ملے
اور کہا راجہ اس راہ سے تو نہ جا - اگر جانا ہے تو میری رضا
سے چل - تو راجہ نے کہا - تیری کیا رضا ہے - کیڑوں نے
کہا - راجہ میری یہ رضا ہے - کہ میری دعوت قبول

پھر راجہ نے یہ نامنظور کی۔ آخر دونوں میں لڑائی ہوئی۔ اور تمام
لشکر راجہ کا میدان جنگ میں کام آیا۔ تب راجہ نے ہاتھ جوڑ کر
ان کی دعوت قبول کی۔ تو کیڑوں کے راجہ نے اپنے کیڑوں
کو کہا۔ "جاؤ امرت لاؤ۔ ساتویں پاتال میں امرت ہے۔ تو کیڑیاں
جا کر امرت سے منہ بھر لائیں۔ جن کو لگا دیں۔ وہ اُٹھ کھڑا ہووے۔
تو پرمیشور کی کرپا سے باون کھونی لشکر اُٹھ کھڑا ہوا۔ تو راجہ اُٹھ باون
کھونی کے ساتھ کھانے لگا۔ جب روٹی ملی۔ تو سرد۔ اور جب گھوڑوں
کو گھاس ملا تو بھیگا ہوا۔ اور دانہ ملا تو چبایا ہوا۔ تو راجہ نے کیڑے
سے کہا۔ ایسی سرد روٹی کیوں ملی اور گھاس بھیگا ہوا۔ اور دانہ
چبایا ہوا کیوں ملا۔ تو کیڑے نے کہا۔ راجہ جو آگے راجہ آیا تھا۔
تو اس کی میں نے روٹی کی تھی۔ جو اس سے بچا تھا۔ وہ میں نے
تیرے لشکر کو دیا ہے۔ کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی گت ہو سکتی
ہے۔ دیکھو جنم ساکھی کلاں بالے والی ساکھی نمبر ۲۷ صفحہ
۶۶ و ۶۷

کا مردہ ہاتھی کا زندہ ہونا اور سکندر لودھی مشہور فقیر و نکو لغرض
چکیوں کا خود بخود چلنا کرامات دیکھنے کے قید کر لیا تھا۔
اور سوا من آٹا روزانہ پسواتا تھا۔ اتفاقیہ نانک صاحب ایک
روز دہلی پہنچے۔ جس مکان میں انہوں نے رہائش اختیار کی اس
کے سامنے باغ میں ایک سفید ہاتھی مرا پڑا تھا جس کا مہاوت
باعث بے روزگار ہو جانے کے رو رہا تھا۔ نانک صاحب نے
رحم کھا کر اس کے مردہ ہاتھی پر اپنا مبارک ہاتھ پھیر کر زندہ
کر دیا۔ یہ سن کر بادشاہ نے ان کو طلب کیا۔ اور کرامات کے
نہ دکھانے پر ان کو قید کر دیا۔ اور سوا من روزانہ آٹا پیسنے کا حکم
دیا۔ گورو جی نے بھائی مردانہ کو رباب بجانے کے لئے کہا۔ اور
آپ بھجن گانے لگے جس کی تاثیر سے کل چکیاں خود بخود پھرنے
لگیں۔ دیکھو تاریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۷

حیرانی ہے کہ ہاتھیوں کو زندہ کرنے والے گورو خود کیوں مر گئے

[illegible] گورو نانک صاحب جی ایک [illegible]

اڑھائی ہزار کوس جا نکلے۔ ایک پلک میں مکہ آ نکلے" اور مکہ کی طرف
پاؤں پھیلا کر سو رہے ہے۔ جب قاضی رکن الدین نماز کو آیا۔ تو اس
نے کہا۔ خدا کے گھر کی طرف پاؤں کیوں کرے ہیں" تو گورو نانک جی
نے کہا۔ جس طرف خدا نہیں۔ اس طرف پاؤں رکھ چھوڑ۔ تو قاضی
رکن الدین جس طرف گورو نانک جی کے پاؤں کرے۔ اسی طرف مکہ
کا منہ پھرتا جاوے۔ تو قاضی رکن الدین حیران ہو گیا۔ اور کہنے لگا
یہ تو آپ اللہ ہے۔" دیکھو جنم ساکھی کلاں بابے والی صفحہ ۱۱۱ و ۱۱۲
ساکھی نمبر ۳۹

(۱۶) گورو نانک جی آپ خدا ہیں

"گورو نانک جی بادشاہوں کا
بادشاہ گورو نانک جی پیروں کا پیر۔ گورو نانک جی فقیروں کا فقیر
رائے جی گورو نانک جی کے برابر آج کوئی نہیں۔ گورو نانک جی آپ
خدا ہے" دیکھو جنم ساکھی کلاں بابے والی ساکھی نمبر ۱۲ صفحہ ۵۳

(۱۷) دنیا کا مال واسباب وغیرہ کل نانک صاحب کا ہے

"رائے صاحب (رائے بلار) نے جواب دیا۔ اے کالو تم کو

کچھ خبر نہیں - کہ جس قدر جہان پر دولت دنیا ہے - سب پر اختیار کا
گورو نانک صاحب مالک ہے - دیکھو جنم ساکھی کلاں بالے والی
ساکھی ۶ صفحہ ۱۱

اب ہم گلاب چمن کی کفریہ تعلیم کے ثبوت دیتے ہیں -
جن پر بڑی نازاں تھا -

(۱) "آپ تم آپ پر ماتم ہے سب ناتھ اناتھ اور پھو جو -
ایک انیک اوہی ہر بھاست بید پران بتا دیو جو نانا"

دیکھو گلاب چمن مصنف گورو گلاب داس بار اول صفحہ ۱۰ مطبوعہ
چشمہ نور پریس امرتسر ۱۸۹۰ء

(۲) پڑھیں ہیں گلاب داس ایک انیک بھاس خواب کی سمان سب
آپ [illegible] ہے ملیں نانا

پوتھی گلاب چمن - کبت صفحہ ۲۰

(۳) "سنت پریشر ریں کھبیر نہیں کچھ بودھ نان نہ بھول گیو جو
داس گلاب تا - [illegible] کچھ اور بر اشبود کو بیٹھو ." جو نانا

کوڑا

"سنت پرمیشور میں بھید نہیں کچھ دیکھو بید بچارے" ۱۱ ۱۱
پوتھی گلاب چمن بار اول صفحہ ۸۴ -

۲- "نانک برہم گیانی آپ پرمیشور" ۱۱ ۱۱
دیکھو آد گرنتھ سکھمنی اشٹ پدی ۷ کا پد یا تک ۶

کہاں تک سکھوں کے کپوڑوں کا خاکہ کھینچا جاوے - فسانے کے فلسفے انکی بے بنیاد تحریروں اور لغو سے لغو حکایات سے پڑے ہیں جن کو نقل کرنے میں سوائے اپنے اور ناظرین کے وقت کو رائے گاں گنوانے کے اور کچھ فائدہ معلوم نہیں ہوتا - واقفیت عامہ کے لئے مخالف کے جواب میں مذکورہ بالا ثبوت کافی اور وافی ہیں

نوٹ نمبر ۱ - بیدوں کا تو شائد گلاب داس نے کبھی درشن بھی نہیں کیا ہوگا - مگر بھولے بھالے لوگوں کو دھوکا دینے کی خاطر بیدوں کا نام لکھ مارا - اور سنت پرمیشور میں ابھید کہکر خود ہی خدا بن بیٹھے - لہذا گلاب داس کے مرجانے سے گلاب داسیوں کا خدا اب زندہ نہیں ہے

اب ہم سوامی دیانند سرسوتی کی علمیت اور فضیلت پر غیر متعصب اخبارات اور فاضلوں کی چند رائیں درج ذیل کرتے ہیں۔

(۱) از رسالہ بھارت سودشا پرورتک فرخ آباد بابت ماہ دسمبر ۱۸۷۹ء صفحہ ۲۰ جلد ۳

"مول کاران ودوان پنڈتی بھوشن بھارت سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج کو سمجھنا چاہیئے۔ گو کہ کئی وشئوں میں ہم لوگوں کی رائے ان سے نہیں ملتی۔ تو بھی ہم لوگ ان کو اسکہ دھن باد دیتے ہیں"

(۲) دیکھو پائنیر الہ آباد ۲۴ دسمبر ۱۸۶۹ء

اخبار پائنیر کلکٹر بنارس کے اس حکم کی تردید کرتا ہوا جس سے سری سوامی دیانند جی مہاراج کو بنارس میں لکچر دینے کے لئے روکا گیا تھا۔ لکھتا ہے کہ "کارروائی مذکورہ بالا سے اس زمانہ کے ایک نہایت عالم اور لائق شخص کے ... کو دکھایا"

(۳) لوک مت واقعہ فروری ۱۸۸۳ء

"سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج ان دنوں بڑے لکچرار اور (اور سادھو ہیں) پورن وِدوان ہیں کہ جن کی پوری استتی ہم سے نہیں ہو سکتی"

"لنڈن امریکہ ارتھات پاتال تک اُن ہی (سوامی دیانند) کی فتح یابی کا نقارہ بج رہا ہے"

"وہ (سوامی دیانند) پراچین رشی منیوں کی طرح شبھ پتھ پیدا ہو رہے تھے والے شدہ مت کے سنتھاپک سچے دیش انوراگی اور پورن یوگ جاننے والے اور عالم عدیم المثل بلا لاگ لپیٹ کے صاف کہنے والے پرہمنس ہی ہیں جتندریہ چھ شترؤں کو جیتنے والے ویراگ شالی پیوندھی تھے۔ اس واسطے ان کو اس بھومنڈل پر اس قدر عزت حاصل ہوئی"

(۴) از کوہ نور لاہور صفحہ ۳ جلد ۲۹ نمبر ۱۷ مطبوعہ ۲۸ اپریل ۱۸۸۳ء

"مشہور عالم وید کے سوامی دیانند سرسوتی"

(۵) آنریبل سر سید احمد خان صاحب مہتمم علی گڑھ کالج کی رائے

منقول از اخبار کوہ نور صفحہ ۱۲۶۵ مطبوعہ سال ۱۸۸۳ء

نہایت افسوس کی بات ہے - کہ سوامی دیانند سرسوتی صاحب نے جو زبان سنسکرت کے بہت بڑے عالم اور وید کے بہت بڑے محقق تھے - تیسویں اکتوبر ۱۸۸۳ء کو ۶ بجے شام کے اجمیر انتقال کیا ہے اور وہ علم اور فضل کے نہایت نیک اور درویش صفت آدمی تھے - ان کے معتقد ان کو دیوتا جانتے تھے - اور بے شبہ اسی لائق تھے - وہ صرف جوتی سروپ نرنکار کے سوائے دوسرے کی پوجا جائز نہیں رکھتے تھے - ہم اور سوامی دیانند سرسوتی مرحوم سے بہت ملاقات تھی - ہم ہمیشہ ان کا نہایت ادب کرتے تھے - کیونکہ ایسے عالم اور عمدہ شخص تھے - کہ ہر مذہب والوں کو ان کا ادب لازم تھا - شاید ہماری سمجھ کی غلطی ہو - مگر ہم کو خیال ہے - کہ سوامی جی میٹر یعنی مادہ جسے وہ مایا سے تعبیر کرتے تھے - قدیم ازلی مانتے تھے - اگر ان کا یہ خیال نہ ہوتا - تو نسبت ذات باری کے اُن کا اور مسلمانوں

کا عقیدہ متحد تھا"

بہر حال ایسے شخص تھے۔ جن کا مثل اُس وقت ہندوستان میں موجود نہیں ہے۔ اور ہر شخص کو ان کی وفات کا غم کرنا لازم ہے۔ کہ ایسا بے نظیر شخص ان کے درمیان سے جاتا رہا۔

(۶) عام لوگوں کی رائے منقول از رسالہ میلا اور سادھو دیانندجی کا مباحثہ مصنفہ مدعی۔

"سب لوگ سوامی جی کے خیال کو ایک تازہ عجوبہ خیال کرتے گویا تھے۔ کہ سوامی کیسے عالم فاضل ہیں۔ رسالہ بالا صفحہ ۱۴

"اس وقت لوگوں میں یوں مشغلہ شروع ہوا۔ کہ سوامی کے ساتھ بحث کرنا کوئی مخول نہیں ہے۔ بڑے بڑے عالم پنڈت ان کے سامنے بحث میں نہیں جم سکتے" رسالہ ہذا صفحہ ۱۴

"میں دت سنگھ بضرور کل ان ... سوامی دیانندجی سے بحث کروں گا۔ اس قول کو سن کر بھائی جواہر سنگھ نے فرمایا۔ کہ جناب

یہ وہی مولوی صاحب ہیں جن کو مدعی نے اپنے مباحثہ کی شہادت میں بطور گواہ پیش کیا ہے۔ اور جن کی بابت مشہور کتاب ... [illegible]

سادھو (سوامی دیانند سرسوتی) سے بحث کرنا کوئی آسان کام نہیں - گو بحث کے لئے تیار ہونا آسان ہے - کیونکہ اس سادھو کو روزانہ بحث کرنے کا محاورہ ہو رہا ہے" رسالہ ہذا صفحہ ۱۲۳

(۷) منشی کہنیا لعل صاحب الکھ دھاری مرحوم کی رائے از ایکو برہم دوتیو ناستی - مطبوعہ و دیا درپن پریس میرٹھ سنہ ۱۸۹۰ء صفحہ ۶

"دیانند سرسوتی جی صاحب جو کہ اپنے وقت میں فاضل زبردست اور عامل خدا پرست ہیں - آج کل بعض ہندوجن کے سر پر سینگ اور پشت پر دم نہیں ہے - اُن کو روسی یا جرمن بتاتے ہیں - افسوس از آدمیان گم شدند ملک خدا خر گرفت - غرض کیا - اگر روسی بھی ہیں - ہندوؤں کو ہندی دھرم کی تلقین کرتے ہیں - پتھر اور پیتل نہیں پوجتے"

(۸) دیکھو کتاب بالا صفحہ ۱۸

"نامہ نگار (کہنیا لعل) کو دیانند سرستی صاحب اور سید احمد خاں صاحب

اور سردار صاحبان برہم سماجیوں سے ملاقات وخط وکتابت نہیں
ہے۔ لیکن ان کی تحریر وتقریر کا علم ہے۔ کہ اکثر رسالوں اور
اخباروں میں ان کی رائے درج ہوتی ہے۔ بلا مبالغہ کہتا ہوں۔
کہ جو ہندو اپنے تئیں قدیم شاستروں کا معتقد رکھنا چاہتے
ہیں۔ وہ اگر کسی کو گرو بنانا چاہیں۔ یا کسی سے کسی معاملہ کی عقدہ
کشائی کا قصد رکھیں۔ یا کسی سے نصیحت چاہیں۔ یا کسی سحر بیان کا کلام
سننا چاہیں۔ فقط ایک دیانند سرستی ہے۔"

(۹) اخبار عام لاہور مطبوعہ ۲۴ مئی ۱۸۷۷ء

"ہم نے بھی دو لیکچر سوامی (دیانند سرسوتی) جی کے سنے حقیقت
یہ ہے۔ کہ سوامی بڑے طباع آدمی ہیں۔ اور آج ہندوستان
میں ویدوں کا سمجھنے والا ان کی ثانی کوئی نہیں سنا جاتا۔"

(۱۰) لندن کے مشہور اخبار ٹائمز مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۸۳ء میں فاضل
مونسر ولیم پنڈت شام جی کرشن ورما شاگرد سوامی دیانند سرسوتی
جی کا حال لکھتے ہوئے حسب ذیل ارشاد کرتے ہیں۔

در میں نوجوان شخص (شیام جی کرشن ورما) نے ایک ایسے مشہور عالم شخص سے تعلیم پائی ہے جو صرف قدیم زبان سنسکرت ہی کو نہیں جانتے - بلکہ انہوں نے بذریعہ تشریح اور ایجاد اور بہت پیش کی ۔ آریہ ورت کے تمام مذہبی فرقوں میں بڑی ہلچل ڈال دی ہے"

(ملاحظہ دیکھو برہمو سماج کا مشہور رسالہ پیادر ہند مطبوعہ یکم جولائی ۱۸۸۰ء)

"وہ خیالات (ان سوامی دیانند) کے اکثر وسیع اور بہت سا حصہ ان کا اس زمانہ کے عالمانہ خیال کے موافق ہے ۔ دماغ ان کا نہایت ترقی پذیر معلوم ہوتا ہے ۔ اور اس لئے انہوں نے اگرچہ بجز زبان سنسکرت اور کسی زبان کا علم اور ادب نہیں پڑھا تاہم انہیں علم ادب اور روشن دماغ تعلیم یافتہ لوگوں کی صحبت کے ذریعہ سے انہوں نے اپنے خیالات کو اس قدر صاف اور وسیع بنا لیا ہے کہ وہ نہ صرف اپنے تمام معاصر

پنڈتوں کے تعصب آمیز اور تنگ خیالوں کے وجہ سے گذر کر ایک سچے عالم اور روشن دماغ پنڈت کا نمونہ بن گئے ہیں"

(۱۲)- از اخبار شعلہ طور کانپور مطبوعہ ۲۷ جولائی ۱۸۶۹ء جلد ۱۰ نمبر ۳۰ صفحہ ۴۸۲ کالم ۲و

" یہ سوامی (دیانند سرسوتی) جی ہندوستان کے پنڈتوں میں بڑے عالم اور یگانہ روزگار ہیں - وید شاستر کے صرف نحو و منطق میں بڑے مشتہر اور پنڈتان امصار ہیں - اپنے آپ کو اصل باشندہ دکھن کہتے ہیں"

(۱۳)- از ہند و پیٹریٹ ۱۷ جنوری ۱۸۷۰ء

"ہندوؤں کی بت پرستی اور تعصب کا مضبوط قلعہ جو ہندوؤں کی دیو مالا (مہاتوجی) کے مطابق شو کی ترسول پر کھڑا ہے - اور اس لئے کسی کے اثر سے موثر نہیں ہوا - اب گجرات سے ایک رشی کے ظاہر ہونے پر بنیاد سے ہلایا گیا ہے - اس بڑے معزز شخص کا نام دیانند سرسوتی ہے - کچھ عرصہ گذرا -

کہ رام نگر کے مہاراجہ نے ایک جلسہ کیا جس میں اس نے بنارس کے چیدہ اور بڑے بڑے عالم و فاضل پنڈت بلائے دیانند سرسوتی اور پنڈتوں کے درمیان ایک بڑی زبردست اور طول و طویل بحث ہوتی رہی۔ لیکن انہوں (پنڈتوں) نے باوجود اپنی تمام فخر شاستر دانی کے شکست فاش کھائی"۔

(۱۴) از گیان پر دایینی (جو بمبئی کا ایک دیسی سماچار پتر ہے) جلد ۳ نمبر ۱ و نمبر ۳ صفحہ ۲۳ - "پہلے ان کا (سوامی دیانند سرسوتی) شاستر ارتھ کاشی دھام میں وہاں کے پنڈت منڈلی سے ہوا۔ راجہ صاحب بنارس کے ہاں سبھا ہوئی۔ (پنڈت اکثر (جمع) تھے پنڈت دیانند جی کا دعویٰ یہ تھا کہ مورتی پوجن وید سمت نہیں ہے بہت ترک وترک وادانواد کے پیچھے دیانند جی کی جیت ہوئی"۔

(۱۵) دیکھو کرسچن انٹیلیجنسر بابت ماہ مارچ ۱۸۷۰ء جلد ۶ پورانا سلسلہ نمبر ۴ نیا سلسلہ نمبر ۲ صفحہ ۷۹ مطبوعہ

ٹامس اسمتھ سٹی پریس کلکتہ بعنوان ایک ہندو ریفارمر
"یہ (سوامی دیانند سرستی) ایک اچھا منطقی ہے اور مباحثہ
میں انصاف کو ہاتھ سے نہیں دیتا۔ بہرحال اس بات میں
بہت ہی عمدہ کارروائی کرتا ہے کہ وہ عموماً اپنے مخالف کو
بلا روک ٹوک پوری آزادی کے ساتھ اپنی تقریر کرنے کی اجازت
دیتا ہے اور اس کی کل کارروائی نہایت درجہ کی اتھارٹیو
(پرمان یکت) ہوتی ہے"۔

"اس ریفارمر کی شہرت جس نے کل شہر بنارس کو چھاپ دیا ہے
کر رکھا ہے دور دور تک پھیلی ہوئی ہے"۔

(۱۳) ہندوستان کے مشہور و معروف لیکچرار و ایڈیٹر اخبار
بنگالی آنریبل بابو سریندرو ناتھ بینرجی ممبر کونسل واضعان قانون
بنگال سوامی جی کی موت پر ماتمی نوٹ حسب ذیل لکھتے ہیں۔
دیکھو اخبار بنگالی مطبوعہ کلکتہ ۳ نومبر سنہ ۱۸۸۳ء
"ہم یہ کہنے سے نہیں رک سکتے کہ پنڈت دیانند کوئی معمولی

تہ کا مذہبی آچاریہ نہ تھا- خواہ ہم اُن کے مذہبی اعتقاد سے

خلاف ہو- خواہ ہم اُن کے ویدوں کے ترجمہ کو منظور نہ کریں

لیکن تاہم وہ نہایت ہی اعلےٰ درجہ کی طاقتوں اور

اونچی طبع والا مذہبی اُستاد تھا وغیرہ"-

(۱۷) اخبار پائنیر الہ آباد مطبوعہ ۲۳ دسمبر ۱۸۷۹ء میں ایک

بے تعصب یوروپین صاحب حسب ذیل لکھتے ہیں:-

پانچ برس سے ایک شخص جس کی علمیت و فضیلت میں

رہ جائے کلام نہیں اس دیش میں ظاہر ہوا ہے وہ شہر بشہر

پھرتا ہے اور ویدوں کے احکام کا اُپدیش کرتا ہے جس میں ایک

پرمیشور ہی کی اُپاسنا کی ہدایت ہے بلکہ اس نے ثابت کر دیا

کہ رسم ستی اور بت پرستی و دیگر رسوم قبیحہ جو پرانوں میں درج

اور خود غرض پجاریوں کی ایجاد و وید کی منشا کے بالکل خلاف

ہیں- اس نے رد ابحاث بد کو جو فی زمانہ رائج ہیں اور جنھوں نے

ایک سب سے بہتر اور برتر مذہب کو ایسا کچھ خراب کر دیا ہے

اسطرح عوام کے روبرو پہنچایا"

" وہ منطق میں لاجواب ہے اور فصاحت میں لوتھر ثانی

" اختصار کلام اس (سوامی دیانند) عالم شخص کی کارروائی

راست ہیں غالباً اپنے ویش اور ویش والوں کے لئے غایت

درجہ مفید یہ شخص پنڈت دیانند سرسوتی سوامی ہے اور آریہ

سماج کا بانی آریہ سماج کے اصول اور ان کی کارروائیاں البتہ

تھوڑی تر دلائل سے برہمو سماج کے خلاف میں ہیں""

(۱۸) ہندو پیٹریٹ کلکتہ مطبوعہ ۵ نومبر ۱۸۸۳ء

"ہم نہایت افسوس سے ہندوستان کے دو بڑے

سنسکرت دانوں کی موت کی خبر درج کرتے ہیں یعنی۔

(۱) پنڈت دیانند سرسوتی اور دوسرے پنڈت لوہارام شہر رتن

اوّل الذکر نہایت اعلیٰ درجہ کا ودیا گیہ تھا وہ سنسکرت بولا کرتا

تھا اور اس زبان میں اس کی فصاحت عجیب و غریب تھی"۔

(۱۹) انگلش کرانیکل بانکے پور مورخہ ۵ نومبر ۱۸۸۳ء۔

"سوامی دیانند سنسکرت کا بہت بڑا فاضل تھا اور نیز فلسفہ
کی ہر شاخ میں خوب ماہر تھا فصیح سپیکر اور اپنے اطوار میں نہایت
خلیق تھا۔ غرضیکہ اس میں جملہ صفات ایک سہالے دھرم آچاریہ
کی موجود تھیں"

(۲۰) پروفیسر میکس مولر یوروپ تواسی بیاگرافیکل چپٹا پیرز کے
سلسلہ میں بتلاتا ہے کہ "سوامی دیانند ایک فاضل آدمی تھا جو
اپنے دیش کے دھارمک لٹریچر سے کماحقہ واقفیت رکھتا تھا"
علاوہ ازیں ان تمام شہادتوں کے جو ہم مختصر طور پر درج کر آئے
ہیں بنگال بمبئی۔ مدراس۔ پنجاب وغیرہ کا شاید ہی کوئی اخبار
ہوگا جس میں سوامی دیانند کی علمیت اور فضیلت پر حسن قسم کی
رایوں کا اظہار نہ کیا گیا ہو۔

اعتراض نمبر ۲۸ صفحہ ۲۰ " یہ بیان کرتے فرماتے ہیں کہ سوامی جی مہاراج
نے اس آریہ ورت کی ڈوبتی ہوئی بیڑی کو پار اوتارا اگر وہ اوتار دھار
کر اس دنیا میں نہ آتے تو اس ملک کے باشندے عیسائی مذہب

قبول کر لیتے اور انہیں کی بدولت غاصر عیسائی مذہب کے
دروازے بند ہو گئے۔"

جواب - بیشک سوامی جی نے آریہ ورت کی ڈوبتی ہوئی نیا کو بچایا
ہے اور یہ مقولہ صرف آریہ سماج ہی کا نہیں - بلکہ زمانہ کی رفتار اور غیر
متعصب منصف مزاج فاضل اس بات کو زبان حال سے پکار رہے
ہیں۔ مدعی اگر باوجود اس امر کے جاننے اور سننے کے کانوں پر ہاتھ
رکھے جائے تو اس کے ایسا کرنے سے سوامی جی کی عنایات پر پانی
نہیں پھر سکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر سوامی جی مہاراج
بھارت ورش کی حالت زار پر رحم نہ کرتے تو شاید ہم لوگ آج جون یا
پیٹر کے نام سے موسوم ہوتے۔

رشی دیانند جو بھارت بھومی کے پوت سپوت تھے واقعی اپنی جاتی
کے لئے وہ سامان کر گئے ہیں جن سے نہ صرف ہندو اور سکھ - عیسائی
یا مسلمان ہونے سے بچتے ہیں بلکہ اس پرم پتا کی مہان انوگرہ اور
کرپا سے اور اس رشی کی عنایات سے جنم کے مسلمان اور عیسائی آریہ

بنتے چلے جاتے ہیں۔ کہاں ہندوستان کی وہ دُرگتی اور منہ
بھاگ کہ منو جی ہٹ اور یگیوپویت روزانہ اوتارے جاتے تھے۔ کہاں
یہ مُبارک موقعہ کہ مولوی عبدالغفور بی۔ اے جیسے فاضل مسلمان
اور مسٹر پال جیسے کٹّے عیسائی شکھا اور سوتر کو دھارن کر رہے
ہیں اس سے بڑھ کر زندہ شہادتیں مسلمان اور عیسائی کے دروازے
بند ہونے کی اَور کیا ہو سکتی ہیں۔ آریہ سماج کا دعوے بالکل ٹھیک
اور درست ہے۔ لیکن سکھوں کا یہ دعوے کہ "گر نہ ہوتے گورو
گوبند سنگھ ہندو دھرم کا ہوتا ناش ہا۔ بالکل بے بُنیاد اور لغو
ہے۔ کیونکہ گوبند سنگھ جی محمّدی بادشاہوں سے ہندو دھرم کے
بچاؤ کیلئے حملے نہیں لڑے بلکہ وہ تمام جنگ جو شاہان اسلام اور
ان کے درمیان وقوع میں آئے ہیں وہ سب ان کے والد گورو تیغ
بہادر جی کے دہلی میں قتل کئے جانے اور ان کے راجہ یا مہاراجہ بننے
کے خیال کا نتیجہ تھے۔ اصل میں ان واقعات کی بُنیاد جہانگیر شاہ کے
عہد میں گورو ارجن صاحب کو شاہزادہ خسرو کو پناہ دینے پر شاہی حکم

نوٹوں کے لئے دیکھو صفحہ آئندہ

سے ہلاک کئے جانے پر رکھی جاچکی تھی۔ اس کے بعد گورو ہر گوبند گدی پر بیٹھے اور ہاتھ گیری کی ہوس میں ہاتھ پاؤں مارنے پر گوالیار میں قید کئے گئے۔ غرضیکہ پانچویں گورو کی وفات کے بعد سکھ لوگ سلطنت شاہی کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے کی اُدھیڑبن میں لگے رہے۔ اس وقت جو یہ لوگ گورو گوبند سنگھ جی کو ہندو دھرم کا رکھشک بتلا[۱] کہکے آسمان کو پھاڑ رہے ہیں اُنکے جواب میں ہم کو کہنا پڑتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے ہندؤں کے جنو اُتروا کر انکو پرپت بنانے میں اورنگ سے بھی بڑھ کر کام کیا۔ اگر ہندؤں کو ویدوں سے منحرف کرکے ان کے یگیوپویت اُتروا کر ایک من گھڑت فرقہ میں شامل کرنے کا نام ہی ہندو دھرم کی رکھشا کہلا سکتا ہے تو وہ اورنگ زیب کر ہی رہا تھا۔ گوبند سنگھ جی نے اس میں کیا زیادتی کی۔

نوٹ نمبر ا۔ "گورو گوبند سنگھ نے جو گورو تیغ بہادر کا بیٹا تھا اپنی عمر اُس خون کا عوض لینے میں صرف کی" (از واقعات ہند مطبوعہ سرکاری ۱۸۶۸ء دفعہ صفحہ ۱۶۹)

جب گوبند سنگھ جی بڑے ہوئے تو انہوں نے اپنی ماں سے اپنے باپ کے حالات دریافت کئے۔ چنانچہ ان کی ماں نے کہا کہ ان کو تو بادشاہ نے بے گناہ مروا ڈالا تھا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ خواہ بادشاہ سے خواہ اس کے لڑکوں سے میں ضرور انتقام لونگا۔ دیکھو تاریخ پنجاب حصہ اول مصنفہ ([illegible])

جب کہ مدعی خود رسالہ زیر جواب کے صفحہ ۱ پر اعتراض ہذا کے چار سطر آگے بڑھ کر آریہ سماج کے سدھانتوں کو ظاہر کرتا ہوا لکھتا ہے کہ "یہ لوگ (آریہ) اُن کو (سوامی دیانند) خدا یا اوتار نہیں کہتے تو ہم نہیں جانتے کہ مدعی کا یہ کہنا کہ "اگر اوتار دھار کر اس دُنیا میں نہ آتے" کیا معنے رکھتا ہے جب کہ وہ خود اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ آریہ سماج سوامی دیانند کو اوتار نہیں مانتا ہمارے خیال میں مدعی کی یہ غلطی سکھوں کا گوروؤں کو اوتار ماننے کی عادت کا نتیجہ ہے۔

دیکھو نوٹ نمبر ۱ - پنڈت دیبی پرشاد ڈپٹی کلکٹر ممالک مغربی و شمالی مطبوعہ نول کشور ۱۸...ء

"گورو گوبند سنگھ اسی فکر میں رہتا کہ کسی طرح اپنے باپ کے خون کا بدلا بادشاہ سے لے" از تاریخ پنجاب مصنفہ رائے کنہیا لعل صاحب اگزیکٹو انجینیر لاہور مطبوعہ وکٹوریہ پریس لاہور سنہ ۱۸۸۱ء۔

نوٹ نمبر ۲ - "مگر ایک گورو (ارجن) اُنکا اکبر کی سلطنت کے آخر سال میں سنہ ۱۶۰۶ء میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تو پھر وہ بھی ہتھیار باندھنے لگے اور تلوار چمکانے لگے"۔ (از تاریخ ہندوستان حصہ دوم بار اوّل صفحہ ۱۰۲ مصنفہ منشی محمد ذکاء اللہ صاحب)

نوٹ نمبر ۳ - "بادشاہ نے اُنکو (گورو ہرگوبند) گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا۔" دیکھو تاریخ گورو خالصہ دفعہ اوّل مصنفہ بھائی گیان سنگھ صاحب گیانی صفحہ ۹۸ - مطبوعہ گورو گوبند سنگھ پریس سیالکوٹ سنہ ۱۸۹۱ء)

اب سوامی دیانند کے مجب ہلاک ہونے پر چند ثبوت دئے
جاتے ہیں۔

(۱) مولوی واجد علی صاحب سکرٹری انجمن اسلامیہ ملتان
اخبار دیش اُپکارک مورخہ ۲۲ نومبر ۱۸۸۳ء کے صفحہ ۶ پر حسب
ذیل تحریر کرتے ہیں۔

"اے آریہ ورت تیری بدقسمتی پر مجھے رونا آتا ہے۔ اے
آریہ ورت تیری یتیمی پر میرا دل خون ہوتا ہے۔ اے آریہ ورت
تیری بیکسی پر مجھے غیرت آتی ہے۔ اے آریہ ورت تیری بے
پروبالی پر میرا دل کملایا جاتا ہے۔ کیسی جلدی۔ تیری تیاری
کے سرچشمہ کو بند کر دیا گیا۔ اے خدا کیا تجھے منظور نہ تھا۔ کہ
ہم ان واہیات رسومات کے بندوں سے نجات پائیں۔ اے
خدا کیا تجھے یہ منظور نہ تھا کہ ہم آپس کے نفاق کو دور کریں۔ اے
خدا کیا تجھے یہ منظور نہ تھا کہ ہم اپنی اپنی نوع کو اپنا بھائی سمجھ کر
ان سے محبت کرنا سیکھیں۔ اے خدا کیا تجھے یہ منظور نہ تھا کہ ہم

ہلوم عالو سیر کی تحقیق ہیں کریں - اے خدا کیا تجھے یہ منظور نہ تھا کہ ست دھرم کو
پھر سے دیکھیں - اے خدا کیا تجھے یہ منظور نہ تھا کہ ہم
اپنا کھویا ہوا نام حاصل کریں - اے خدا کیا تجھے یہ منظور نہ تھا کہ ہم
اس ستیہ دھرم کو سیکھ کر تیری اُن اعلےٰ نعماء کی کیفیت اُٹھائیں
جو تو نے اپنے بندوں کے واسطے مخصوص کی ہیں - نہیں اے خدا
یہ سب کچھ تیری مرضی کے مطابق اور تیری منشاء کے موافق ہوتا
تھا پھر کون اے خدا تو نے ہم کو یک لخت اسطرح بے سروسامان کر دیا
یعنی ہمارے سچے ہادی شری سوامی جی مہاراج دیانند
سرسوتی کو جو ہمیں یہ سب کچھ سکھاتے تھے - ۳۰ - اکتوبر ۱۸۸۳ء
کو ۶ بجے شام کے بلا لیا - دیوالی کی رات مصنوعی چراغوں سے
روشن ہے لیکن حقیقی آفتاب عالم تاب غروب ہو گیا - ہم بالکل
نادان تھے - وہ ہمیں ہر ایک چیز کی شناخت کراتا تھا - ہم کم طاقتی
سے اُٹھ نہیں سکتے تھے - وہ ہمیں اُٹھنا سکھاتا تھا - ہم بے زبانگی
سے بات نہیں کر سکتے تھے - وہ ہمیں بولنا سکھاتا تھا - ہم ایک
دلدل عظیم میں پھنسے ہوئے تھے وہ ہمیں اس میں سے نکالتا تھا -

اور خشک سینچا جاتا تھا - ہم رسومات کی بیڑیاں پیروں میں اور تعصب کی ہتھکڑیاں ہاتھوں میں دئے ہوئے تھے وہ ہم کو اس سے نجات دیتا تھا - ہم اپنے بھائیوں سے حقارت کرتے تھے وہ ہم کو رفاقت سکھاتا تھا - ہم اپنی آنکھوں پر پردے اور دلوں پر مہریں رکھتے تھے وہ انکو اٹھاتا تھا - ہم پاپ ہم کچھ اپنے تئیں سمجھے ہوئے تھے - وہ ہمیں بتاتا تھا کہ ست دھرم کے واسطے ظاہری جسمانی فضول ہے - ہم اس غلط امتیاز کو ثواب جانتے تھے اُس نے اس کو عیب ثابت کر دیا - ہم نے اپنا ننگ و ناموس گنوا دیا تھا - وہ ہمیں پھر دلانا چاہتا تھا - اے خدا ہم تجھ سے بہت دور ہو گئے تھے وہ ہمکو تجھ سے ملانا چاہتا تھا - لیکن اے خدا تو ہی جانے تیرے دل میں کیا آئی کہ تو نے اس کو ہم سے اتنی جلدی جدا کر دیا - تیری باتیں تو ہی جانے "

(۲) یوروپ کے اعلیٰ مصنف مسٹر سوہن ہارٹ صاحب لکھتے

ہیں کہ " انڈیا میں ہمارا مذہب بائیبل تہ اُپٹ جڑھ پکڑ سکتا ہے۔ نہ آئندہ کبھی گیلیلی کے تذکرات انسان کی فطرتی دانائی کو ہٹا سکتے ہیں۔ بلکہ برخلاف اس کے انڈیا کی دانش اور فراست یوروپ کی طرف عود کرے گی جس سے ہمارے خیالات اور معلومات میں پورا تبدل واقع ہوگا" دیکھو آریہ پترکا ۲ جولائی ۱۸۹۴ء اور سوامی دیانند کا ہندو دھرم سے سلوک مطبوعہ ودیا درپن پریس شہر میرٹھ بار اول صفحہ ۱۱ (۳) " اس کے بنائے ہوئے آریہ سماج کے تاج کی چمک مخالفوں کے حملے اور اعتراض سے صاف اور تیز ہوتی گئی۔ سوامی دیانند کی کوشش اور اس کے مباحثے کی رگڑ سے نکلی ہوئی سچائی کی چنگاریوں نے آریہ ورت کے موجودہ دھرم کو زندہ اور پاک بنا دیا سوامی دیانند کے پھرنے اور گفتگو کرنے سے یہ ہوا کہ انہوں نے ہندو دین کے عابدوں کو کہ جو مکار تھے اور گیان کو سچے دل سے تحقیق نہیں کرتے تھے شرمندہ کیا اور ہزارہا سال سے جو پراچین ہندو دھرم معدوم ہو گیا تھا اس کو روشنی میں لاکر ہندوؤں کے حوالے کر دیا" دیکھو انڈین مرر کلکتہ ۲ نومبر

۱۸۸۳ء منقول از سوامی دیانند کا ہندو دھرم سے سلوک صفحہ ۱۶

(۴) روزانہ اخبار جام جمشید بمبئی مورخہ ۲ نومبر ۱۸۸۳ء سوامی دیانند کو اپنے زمانہ کا اعلیٰ ویدک فاضل اور ہندوستان کا ایک بڑا خیر خواہ بتلاتا ہے۔

(۵) ہندو [illegible] مدراس مورخہ ۸ نومبر ۱۸۸۳ء

"سوامی دیانند سنسکرت کا مشہور فاضل تھا اور میدان اصلاح میں سچے دل سے کام کرنے والا اس کی وفات سے ملک کو بہت نقصان ہوا ہے"۔

(۶) اخبار پنجاب ٹائمز راولپنڈی مورخہ ۱۰ نومبر ۸۳ء یہ لیڈر نکلا تھا۔

"سوامی دیانند در حقیقت ایک سچا اور پورا پیٹریٹ (محب ملک) تھا اور اگرچہ یہ امر واقعہ بذات خود اس امر کے لئے کافی ہے کہ اس کا دیش ہمیشہ کے لئے اس کا احسان مند رہے مگر وہ اس سے بھی کچھ زیادہ تھا۔ علاوہ نہایت اعلیٰ درجہ کی گہری فضیلت

تحقیقات سے جو شنکر اچاریہ کے زمانہ کے بعد شاید ہی چند
آدمیوں کے حصہ میں آئی ہو اس میں اس قدر ہمت دانائی اور
استقلال کی صفات مجتمع تھیں جو اس گئے گذرے ہوئے زمانہ
میں نہایت ہی کمیاب ہیں۔ ہم کو اس کی مذہبی تعبیرات سے
اور ان کی تعلیم سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو مگر ہم یہ کہے
بغیر نہیں رہ سکتے کہ سوامی دیانند ہندوستان کے نہایت
ہی مہان پرشوں سے تھا اور اس لئے ہندوستان پر عموماً
واجب ہے کہ اس کی موت پر گریہ زاری کریں ؀۔

اعتراض نمبر ۳۔ (صفحہ ۴) گو یہ لوگ اس کو (سوامی دیانند) خدا
یا اوتار نہیں کہتے مگر کوئی گورو اور کوئی بھائی اُنہیں پکارتا ہے۔
اس بات کا فیصلہ ہنوز قرار نہیں پایا وہ کس نام سے پکارے
جائیں ؀۔

جواب۔ جوش خودی نے گوش ہوش مدعی میں ایسا فتور
برپا کیا جس کے روکنے کے لئے ہم کو اس نسخہ کی ضرورت پڑی۔

چونکہ ادویات عموماً کڑوی کسیلی ہوتی ہیں اور ذائقہ بھی دہن مریض بگڑا ہوا ہوتا ہے اس لئے یہ اکثر مرغوب خاطر مریض نہیں ہوا کرتیں لیکن فائدہ کو مدنظر رکھنے والے طبیب مریضوں کی اس بارے میں کچھ پرواہ نہیں کیا کرتے اسیطرح گو ہمارا یہ نسخہ حسب دلپسند ... نہ ہو لیکن اُمید واثق ہے کہ قاطع مرض مریض ضرور ہوگا - شیخ سعدی صاحب نے کیا خوب لکھا ہے ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم - چشمۂ آفتاب را چہ گناہ - اسیطرح سے اگر مدعی نے سوامی دیانند ... کے نام کو دیکھ کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرلی ہیں یا سُن کر کان دبا لئے ہیں یا وہ بسبب کمزوری حافظہ کے سوامی جی کے نام کو یاد نہیں رکھ سکا ہے یا بسبب عدم واقفیت کے اس کو معلوم نہیں کہ عام لوگ سوامی جی کو کس نام سے موسوم کرتے ہیں تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے - یہ تو آپ کی علمی و عقلی غلطی ہے - کیوں صاحب جب سوامی جی کو کوئی گورو اور کوئی بھائی کہتا ہے تو آپ کو صفحہ ۶۳ پر "سوامی دیانند سرسوتی" لکھنے کا کیا مرزا قادیانی کی طرح الہام ہوا تھا۔

جبکہ نانک صاحب کالو کے بیٹے - راما جگنگڑا اور بھرائی کے نواسے - نانکی کے بھائی - سری چند اور لکھمی چند کے پتا - انگد یا لہنے کے گورو - چونی یا سلکھنی کے شوہر - ہر دیال پروہت کے ججمان - ہوے کے داماد - لالو کے بھتیجے یا برادرزادے - تمام کھتریوں کے کھتری بھائی ہندؤں کے ہندو بھائی - پنجابیوں کے پنجابی بھائی - اور سکھوں کے بابا کہلاتے ہیں - اور یہی حال دیگر گوروؤں اور مدعی پر صادر آتا ہے - تو اسی حالت میں نانک صاحب وغیرہ کی بابت کسی عقل کے دشمن کا یہ اعتراض کرنا ہو کہ ہنوز نانک صاحب وغیرہ کی بابت یہ فیصلہ نہیں ہوا کہ کس نام سے پکارے جاویں - ایسا ہی وقعت رکھتا ہے - جیسا کہ معترض کا سوامی دیانند سرسوتی کی بابت مذکورہ بالا اعتراض کرنا - پس جس طرح سے نانک صاحب باوجود اتنے نام رکھنے کے بھی نانک صاحب ہی پکارے جاتے ہیں - اسی طرح سے سوامی دیانند سرسوتی - سوامی دیانند سرسوتی کہلاتے ہیں - سوامی جی کے سوائے اُنکے شاگردوں کے کوئی شخص گورو نہیں کہتا - اور نہ ہی یہ سماج کا یہ سدھانت ہے۔

دلا تو سوامی دیانند سرسوتی کو کوئی بھائی نہیں کہتا۔ بحث کے طور پر اگر ہم
آپ کی بات کو تسلیم بھی کر لیں۔ تو کیا ہمارے دیس میں پیدا ہونے
کے سبب سوامی دیانند سرسوتی ہمارے بھائی نہ ٹھہرے

اعتراض نمبر ۱۲ (صفحہ ۱۲۰) آنکی (سوامی دیانند) تحریر کے بموجب گورو
صاحبان کو (دمبھی) یعنے مکار سمجھ کر بجائے اس کے سوامی جی کو بڑا
پراُپکاری۔ مذہب حقیقی کا واعظ کہنا شروع کر دیا ہے۔ ان لاف زن
کہانیوں کے سننے کی برداشت نہ کر کے مجبور مجھے انکی اس ابتر حالت
کا نقشہ کھینچنا پڑا۔ جو میرے ساتھ بحث کرنے میں ان پر طاری ہوئی تھی

جواب۔ سوامی جی کے پراُپکار سے جو کچھ فائدہ بھارت ورت کو
ہوا۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ کوئی شخص بقائمی ہوش و حواس خمسہ
واثبات عقل اسی کو فراموش نہیں کر سکتا۔ اس روشنی کے زمانہ میں
ایسے معترضوں کا مرغے کی ایک ٹانگ بتلانا بھلا کون مان سکتا ہے
اس ست اپدیشک اور عاقل لکچرار کے ست ودیا کے اپدیشوں کی موسلا
دھار بارش نے اہل ہند کے دلوں کی خشک اور سڑی ہوئی زمینوں کو جس

قدر رونق اور تر و تازگی بخشی ہے۔ کون عاقل انکار کر سکتا ہے۔ اس امر کی تقویت کے لئے ہم اوپر اعتراض نمبر ایک کے جواب میں بطور ثبوت چند ایک انڈین پیپرس اور محققین کی راؤں کا اندراج کر آئے ہیں جو عقل سلیم رکھنے والوں کو خاص نتیجہ پر پہنچنے کے لئے کافی سے بڑھ کر ہیں۔ سوامی دیانند کے مباحثہ کی ابتر حالی کا نقشہ آپ کیا کھینچ سکتے تھے۔ اور کیا آپ نے دیکھا۔ آپ تو کس گنتی میں تھے۔ جو اس رشی کے ساتھ مباحثہ کرنے کی جرأت کرتے۔ بھارت بھوشن سوامی وشدھانند جیسے بنارس کے بیسیوں فاضل اجل پنڈت انکی برہان قاطع سے آگے دم دبا کے پھرتے تھے۔ لاف زن کہانیاں گھڑنے۔ اور سفید جھوٹ ہانکنے کے عادی سکھ صاحبان ہیں۔ جیسا کہ ہم مشت از خروارے نمونہ کے طور پر اعتراض نمبر اول کے جواب میں لکھ آئے ہیں۔

ہم نہیں چاہتے تھے۔ کہ ان وجوہات کو بیان کریں۔ جن پر سوامی دیانند نے گورو صاحبان کو دھوکا باز لکھا ہے۔ لیکن ہمارے ناواقف سکھ صاحبان اعتراض ... معترضان ستیارتھ پرکاش نے ہم کو

اس امر پر مجبور کیا ہے۔ کہ ہم ان واقعات میں سے چند ایک کو آپ کے
گوش گذار کریں۔ جنہوں نے اس رشی کو گورو صاحبان پر دمبھی لفظ کا
اطلاق کرنے کی رہنمائی کی ہے۔

(۱) سکھوں کی مذہبی کتابوں کے فاضل ڈاکٹر مسٹر ارنسٹ ٹرمپ صاحب جن
سے انگلش گورنمنٹ نے آدگرنتھ کا انگریزی زبان میں ترجمہ کروایا۔
جو کونسل میں پاس ہو کر بحکم وزیر ہند ہندوستان کے لئے ۱۸۷۷ء میں
شہر لنڈن میں طبع ہوا۔ اور پنجاب پبلک لائبریری و ویدک لائبریری
لاہور میں موجود ہے۔ اس ترجمہ آدگرنتھ کے شروع میں مترجم بابا نانک صاحب
کی جنم ساکھی (سوانح عمری) کی ساکھی (قصص) نمبر ۸۶ صفحہ [illegible]
کے اندر لہنا کھتری کے گورو انگد بننے کی وجوہات کو بیان کرتا ہوا سکھوں
کی کتابوں سے ایک عجیب داستان نقل کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے۔ کہ یہ
داستان اتفاقیہ لاہور کی چھپی ہوئی جنم ساکھی میں رہ گئی ہے۔ جو بابا نانک صاحب
کے حال پر ایک عجیب روشنی ڈالتی ہے۔ میں اس داستان کو پڑھ کر بہت
حیران ہوا۔ اور پرانی جنم ساکھیوں کو جو مجھ کو دستیاب ہوئیں۔ دیکھنا

شروع کیتا۔ چنانچہ میرا ایک قلمی جنم ساکھی جو میری نگاہ سے گذری۔ ان
وچ ایہہ داستان موجود تھی۔ ہم نہیں کہ سکتے۔ کہ یہ کہاں تک سچ ہے۔
"پس حیات خاں منجھ مسلمان دی دھی نے جو پہلاں ہی نانک دی اتم تائی
دیکھ کے اس پر پتنی ہو چکی سی اپنی ہتیا دھی نانک نوں دے دتی۔ اس دن
تے اس دا نام ماتا نجھوت ہو گیا" اس کے بعد نانک صاحب سوہرے گورو
پر گور چھیتر چلے گئے۔ اور وہاں سے آکر انہوں نے "پھر تھوڑیاں دناں
بعد جینتے اور بالو لالو نوں کھاں دے گھر بھیجیا۔ کہ جاؤ حیات کھاں منجھ دی
دھی نوں لے آؤ۔ ادہ دو لو ناتا نجھوت نوں لے آئے۔ تاں اسنوں جینتے دے
گھر وچ نوں جگہ دے دتی۔ تاں پہلی بوٹی بی جو ماتا چونی کر کے مشہور سی
سری چند اور لکھمی داس نامے دو ہاں نیگراں نوں سنگ نے کے بابے
نانک دے پاس آ رہی"
"ماتا نجھوت نانک دے گھر ست برس وس کے مر گئی۔ اود دے دو کہانیاں
ہو یاں ہیں" "دیکھو سکھاں دے راج دی وتھیا" صفحہ ۱۲-۱۳-۱۴ اچھو سر کا
دی آگیا نال مسٹر کلون صاحب لفٹنٹ گورنر پنجاب دی اچھیا انوسار

پنڈت سردھارام پھلور لوای نے تصنیف کر کے پریس ٹیرن پریس
لدھیانہ میں سنہ ۱۸۹۰ء کو مطبع کروائی ۔

ہم اپنے خالصہ بھائیوں کی سیوا میں بڑے ادب سے التماس کرتے ہیں۔ کہ
آپ ایسے شخص کو کیا کہیں گے ۔ جو لوگوں کو بُرے کاموں سے بچنے کی
ہدایت کرے ۔ مگر خود ایسی مثال کا مثیل ہے ۔ جیسے کہ ہم اوپر نقل کر آئے
ہیں ۔

(نمبر ۲) نانک جی کا یہ مقولہ ہے ۔ "اول اللہ نور اُپایا قدرت کے سب بندے
ایک نور تے سب جگ اپجیا کون بھلے کون مندے ۔ لوگو بھرم نہ
بھولو بھائی ۔ خالق خلق میں خالق رہو رہیا سب ٹھائیں" جب
نانک صاحب کا یہ عقیدہ تھا ۔ کہ کوئی بھلا اور مندا نہیں ہے ۔ بلکہ
دنیا بھر کے تمام انسان بوجہ ایک نور کی پیدا ہونے کے یکساں ہیں

نوٹ ! ۔ اس شبد کا ارتھ جیسے ہم نے کیا ہے ۔ ویسا ہی سردار راجندر سنگھ صاحب کرتے ہیں
دیکھو رسالہ خبط قادیانی کا علاج یعنی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے رسالہ ست بچن کا جواب
مطبوعہ گورو گوبند سنگھ پریس انارکلی لاہور سنہ ۱۸۹۶ء صفحہ ۷ ترجمہ شبد مذکور دیعنے جبکہ خدا نے

یہی ان کا اپنا منتو تھا۔ اور اسی کی ہدایت وہ دنیا کے تمام ہنشوں کو کرتے کہتے
تو ناظرین ذرا غور کریں۔ کہ نانک صاحب کا سری چند لکھمی چند کو گوریائی
کی گدی سے محروم کر کے لہنا کھتری کو گورو بنانا کیا معنے رکھتا ہے۔
جب دنیا بھر کے تمام انسان انکی نظر میں یکساں تھے۔ تو ان میں سے
ایک شخص یعنی لہنا کھتری کا منتخب کرنا کیا آپ کو یہ نہیں بتلا رہا۔ کہ
سوائے لہنا کے دنیا بھر کے انسان اس کام کے ناقابل تھے جس پر
سمجھ کر ہی لہنے صاحب کا انتخاب کیا گیا تھا۔ دیگر یہ بات تو
تواریخی ہونے سے بھی غلط ثابت ہوئی۔ کیونکہ گورو انگد صاحب نانک صاحب
کی جنم ساکھی میں اپنے گورو بننے کی بابت بہت سے وجوہات بیان کرتے
ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ چونکہ سری چند و لکھمی چند نانک صاحب
کے حکم کی نافرمابرداری کرتے تھے۔ اس واسطے وہ انکو اچھا خیال نہ
کرتے تھے۔ میں چونکہ انکے حکم کی پوری پوری تعمیل کرتا رہتا تھا۔ اسی
واسطے وہ مجھ پر خوش ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ انہوں نے مجھ کو
گوریائی کی گدی کے قابل خیال کر اپنے دو لڑکوں پر ترجیح دی۔

ہم اپنے سکھ بھائیوں کی توجہ بڑے عجز و انکساری کے ساتھ اس طرف کھینچنا چاہتے ہیں۔ کہ جس شخص کے کہ تو میں کچھ اور ہو۔ اور زبان پر کچھ اور تو اس کو آپ کیا کہیں گے۔

(۵) جب نانک صاحب مکہ میں حاکم کے روبرو سے جاتے گئے۔ تو اُن سے ان کا حسب نسب دریافت کیا۔ جس کے جواب میں انہوں نے کہا۔ "ہندو کہاں تاں مارئے مسلمان وی نہ پنج تت دا پتلا نانک میرا ناں" یہ شبد بتلا رہا ہے۔ کہ نانک صاحب نے موت کے خوف سے باوجود ہندو ہونے کے جان بوجھ کر ہندو لفظ کو نظر انداز کرکے حاکم کو غلط بیان کیا۔

(۶) گورو انگد صاحب نے گوریائی پانے کے امر واقع کو پوشیدہ رکھنے کے لئے بابے کو ادھر اُدھر کی باتیں بنا کر جس قدر ٹال مٹول کی ہے۔ وہ تاریخ خالصہ والوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

نوٹ نمبر ا ۔ دیکھو ترجمہ آدگرنتھ صاحب انگریزی مصنفہ ڈاکٹر ٹرمپ صاحب صفحہ ۱۱ × × ۷۶

(۷) انکے بعد گورو تیغ بہادر جی کو گدی ہوئی۔ انہوں نے بہت
سے سنگت پیدا کر لئے اور بہت سی جمعیت بہم پہنچائی۔ کچھ لوٹ
مار شروع کر دی۔ کچھ ملک گیری کے میدان میں ہمت کا
قدم بڑھایا۔ اورنگزیب سے کئی لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کو
گورو کو شکست ہوئی۔ اور قید ہو کر بھیجے گئے۔ وہاں
بادشاہ کے حکم سے مارے گئے۔
دیکھو اردو کی چھٹی کتاب جو پنجاب کے ڈائرکٹر صاحب بہادر
حکم سے تعلیم پنجاب کے واسطے مطبع مفید عام پریس
لاہور میں آٹھویں دفعہ شائع کی گئی ہے۔ صفحہ ۱۹۷
(۸) گورو ہرگوبند کا لوگوں کو نیکی کی نصیحت کرتے ہوئے خود بدی
کا توشہ تیار کرنے کے لئے قاضی رستم خاں کی لڑکی مسمات کولاں
سے تعلق پیدا کرنا کیا سوامی دیانند کے دعوے کے لئے ثبوت
دعوے نہیں ہے۔ دیکھو مورخ تاریخ گورو خالصہ تاریخ ہند کے صفحہ
پر قاضی رستم خاں کا گورو ہرگوبند صاحب سے اپنے گھوڑے کی قیمت
۱۰۲

سے طلب کرنے کے حالات کو لکھتا ہوا تحریر کرتا ہے۔ کہ قاضی
اسلم خاں دو ایک روز تند ہو کر ان سے یوں ہم کلام ہوا۔ کہ اگر
آج روپیہ نہ دوگے۔ تو کل داماد بن کر لونگا۔ باباندھا صاحب کو جو
اس وقت گوروجی کے پاس بیٹھے تھے۔ قاضی کا بیہودہ کلمہ سخت ناگوار
گذرا۔ اور انہوں نے جواب میں یہ کہا۔ کہ تیری کیا مجال ہے۔ جو ایسا کرے۔
باقی رہا گورو ہر گوبند صاحب تیرے خود داماد بنیگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا تھا
(۹) مسمی بدھی چند جاٹ ساکن موضع سرسنگ سے گورو ہر گوبند کا لاہور کے
شاہی اصطبل سے گھوڑے نکلوانا۔ کیا اس گورو کی سفید چادر کو داغ نہیں
لگاتا۔ صاحبان ذرا کلیجہ تھام کر بتلائے تو سہی۔ ایسے شخص کو آپ کیا
کہیں گے۔ دیکھو تواریخ خالصہ صفحہ ۱۰۹
ایک روز موقع پاکر ان میں سے ایک گھوڑے کو کھولکر مع ساز و سامان
آدھی رات کے وقت دریا میں ڈالدیا۔ اور گورو صاحب کی خدمت میں
لا کھڑا کیا۔ گھوڑے کو دیکھ کر وہ خوش تو ہوئے۔ مگر انکی خوشی زیادہ تر
اس آدمی کی جرأت اور بہادری کی طرف مائل تھی۔ بدھی چند کو اس نے کام

داد دیگر اسکی دلبری اور عقل کو پھر دوبارہ آزمانا چاہا۔ اور فرمایا۔ کہ گھوڑا
اپنے جوڑے کی مفارقت سے کچھ اداس معلوم ہوتا ہے۔ جسپر بدھی چند
نے گذارش کی۔ کہ اگر حضور کی نظر کرم ہو۔ تو اس کا مہیا کر دینا بھی کچھ بڑی
بات نہیں۔ یہ کہتے ہی وہاں سے ہوا ہو گیا۔ کہ پھر لاہور پہنچ گیا اور دوسرا گھوڑا
بھی لے آیا۔ "گورو ہرگوبند صاحب بدھی چند کی اس چالاکی اور دلیری کو
دیکھکر عش عش کر گئے۔ اور اس ساری سرگذشت سنکر از حد خوش ہوئے

(۱) جب گورو گوبند سنگھ جی موضع چمکور سے شکست کھا کر بھاگے جا رہے
تھے۔ تو ماچھیواڑہ سے نکلتے ہی انکو چند شاہی فوج کے آدمیوں نے جو
انکے سراغ میں پھر رہے تھے۔ گرفتار کر لیا۔ ہر چند غنی خاں انکو اوچ
کا پیر بتلا کر چھوڑانا چاہا۔ مگر انہوں نے ایک نہ مانی لشکر شاہی میں اپنے
افسر کے پاس لے گئے۔ اور کہا کہ اگر واقعی یہ اوچ کے پیر ہیں۔ تو معزز معتبر
گواہ پیش کریں۔ چنانچہ اس وقت غنی خان پٹھان اور قاضی پیر محمد خان
انکے استاد نے گواہی دیکر بچایا۔ مگر پھر افسران فوج نے ان کو اپنے
ساتھ کھانا کھلانے پر مجبور کیا جس کی بابت بیان کیا جاتا ہے۔

کہ گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے ہمراہیوں کو اشارہ کیا۔" تو یہ شاد بھسم کا نشہ کہہ کر کھانا کھاؤ کچھ ہرج نہیں ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بھولن سنگھ ادیر کو سید حسین علی خاں رئیس دو ضلع ہوشیار پور ماچھی واڑہ و افغان رحمت خان ساکن کوٹھ و قاضی میر محمد خان وغیرہ کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا تناول کیا۔ اور خدا خدا کر کے وہاں سے جان بچا کر نکلے۔" دیکھو تاریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۶۱

کیا اس سے بھی بڑھ کر سوامی دیانند کے دعوے کی تقویت میں کوئی ثبوت ہو سکتا ہے۔ سوامی دیانند کے اونکار پر پنڈتوں اور پادریوں اور محققین کی رائے کی کافی تعداد ہم اعتراض نمبر ۱ و ۲ کے جواب میں اوپر درج کر آئے ہیں۔ جو آپ وہاں سے دیکھ سکتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۶ (صفحہ ۵) آریہ سماجیوں کا عام قاعدہ ہے۔ کہ جب وہ کسی کے ساتھ بحث اور دلیل میں ہار جاتے ہیں۔ تو اسکی بدگوئی اور مذمت کرنا شروع کرتے ہیں۔ تاکہ عام لوگ اسکو بہ نظر حقارت دیکھیں۔ یہی وتیرہ میرے ساتھ بھی استعمال ہوا۔ جیسا کہ جب کسی مرغ باز کو

دو مرغ آپس میں لڑاتے ہوتے ہیں۔ تو وہ اس خیال سے کہ یہ
دونو بھائی ہونے کی وجہ سے باہم نہ لڑینگے۔ ایک کے ماتھے پہ
سیاہی کا ٹیکا لگا دیتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کو غیر خیال کر کے آپس
میں لڑنے لگتے ہیں۔ اور مرغ باز اس تماشہ سے اپنی تفریح حاصل
کرتا ہے۔ اس طرح سے آریہ سماجیوں نے چاہا تھا۔ کہ سونا شدھی
رواج دیا جاوے۔ جس کو ہم نے روکا۔ اس پر انہوں نے ہمارے
بھائیوں کو خوشامد اور لالچ کا رنگ چڑھا کر ہمیں آپس میں لڑایا
اور اس وقت ایک دوسرے کی عیب جوئی اور بدزبانی کی کٹاروں
سے باہم لڑ کر مجروح ہوئے ॥

جواب۔ بحث اور دلیل میں ہار کر بدگوئی یا مذمت کرنا آپ
لوگوں کا قاعدہ ہے۔ ہم لوگوں پر یہ بات نہیں گھٹ سکتی کیونکہ
ہمارے عقائد مذہبی قانون قدرت اور دلیل کے مطابق ہیں۔ جس
پر کوئی سبقت نہیں لے جا سکتا۔ جیسے سونے کو خواہ کتنے ہی آدمی
چاندی چاندی کیوں نہ پکارا کریں۔ وہ چاندی نہیں بن سکتا

اس لیئے آپ کا اعتراض بے شک نامعقولیت پسند خالصہ دہرم پر عائد ہو سکتا ہے - جن کا مذہب بقول سر ولیم راٹیکین صاحب "تعلیم یافتہ اور حکی (فلاسفران) کے لیئے ہیں - بلکہ سیدھے سادے لوگوں کے لیئے ہے"

دیکھو رسالہ لنڈن کوارٹری ریویو بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۹۹ع منقول از اخبار ست دہرم پرچارک ۸ دسمبر سنہ ۱۸۹۹ع صفحہ ۳

"سکھ پنتھ ان لوگونکی بدعت اور کفر کا نتیجہ ہے - جو ہندو مذہب میں پرورش اور تربیت پاکر اس سے منحرف ہو گئے تھے - یعنے سر ولیم راٹیکین صاحب لکھتے ہیں - کہ وہ ہندو جو ہندو مذہب کے توہمات اور بت پرستی وغیرہ سے متنفر ہو گئے تھے - انہوں نے اپنے خیالات کے بموجب ہندو مذہب بمنزلہ کفر اور الحاد کے سمجھا ہے - یہ نیا پنتھ کھڑا کیا جسے سکھ پنتھ کہتے ہیں - سر ولیم فرماتے ہیں - کہ سکھ پنتھ نے گو ہندو مذہب سے انحراف کیا - مگر تاہم اپنی بدعت یا اپنے عقائد میں ہندوؤں کے ویدانت (توحید

کو پورا پورا شامل کر لیا۔ جس میں مسلہ ہمہ اوست کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ سر ولیم صاحب نے صاف الفاظ میں لکھا ہے۔ کہ سکھ پنتھ نے بہت کچھ پہلی باتوں سے لیا۔ بالخصوص بدھ مذہب سے زیادہ تر اکتساب کیا۔ سکھ پنتھ سر ولیم فرماتے ہیں۔ کہ تعلیم یافتہ اور حکما (فلاسفران) کے لئے ہیں۔ بلکہ سیدھے سادھے لوگوں کے لئے جن کا میلان مذہب کی جانب ہو۔ یہ پنتھ بہت سے اصول اور وسائل نہیں سکھاتا۔ بلکہ سب کے لئے نجات کا دروازہ کھولتا ہے۔ بلحاظ اخلاقی ضوابط کے یہ مکمل نہیں ہے۔ ۱۱

مورخہ ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۰۳ء کو شملہ میں مسٹر ایم۔ اے۔ مکالف صاحب نے خالصہ قوم پر ایک لکچر دیا۔ جس کے ممبر مجلس لارڈ کیچنر صاحب بہادر کمانڈر انچیف ہند تھے۔ جنہوں نے لکچر کے خاتمہ پر کچھ تقریر کی۔ جو علاوہ دیگر اخباروں کے پنجاب سماچار لاہور مورخہ یکم اگست سنہ ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی۔

چنانچہ دوران تقریر میں لارڈ صاحب موصوف نے بتلایا۔ کہ

ان کا مذہب سمجھ دانہیں اپنے سیدھا سادھا ہے۔ اور سکھ
لوگ زود فہم نہیں""

اعتراض نمبر ۵۔ "یہ امر اظہر من الشمس ہے۔ کہ ہمیں ابتدا
ہی سے جبکہ سوامی دیانند جی بطور متعلم نہیں۔ استادھائے کا
سبق پڑھتے ہونگے۔ ایک واعظ کا کام کرتا تھا""

جواب۔ ہم کو افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ عقل مدعی نے
من کی خودی کے قابو میں آکر راستی کا وہ خون کیا۔ جو کبھی کسی غافل سے
ظہور پذیر ہونا قریب ناممکن ہے۔ مدعی قریباً ۳۹ برس کی عمر
کا ہو کر سنہ ۱۹۰۰ء کے آخیر میں اس جہان سے رحلت کر چکا ہے۔ جس سے
پایا جاتا ہے۔ کہ مدعی کی پیدائش قریب قریب سنہ ۱۸۶۱ء کے ہے۔ جبکہ
سوامی دیانند متھرا میں تعلیم پاتے تھے۔ تو ہم اس بات کے سمجھنے کے
لئے حیران ہیں۔ کہ مدعی جو سوامی دیانند کی تعلیم کے زمانہ میں دلو کی
عمر رکھتا تھا۔ وہ کس طرح پرچار کر سکتا تھا۔ شاید سکھوں کا کوئی نیا طریقہ
ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ جو ہم نہ سمجھ سکے ہوں۔

اعتراض نمبر صفحہ ۹، "خدا عناصروں کے لطیف ذرّے کہاں سے لاتا
ہے جن سے وہ دنیا کو پیدا کرتا ہے"۔

جواب۔ صاحب ذرہ ہوش کیجئے۔ آریہ سماج کا خدا کہیں مقیم نہیں جو
عناصر کے ذرے لاتا ہے اور نہ ہی کہیں ذرّے ڈبیا میں بند ہیں جو لائے
جاتے ہیں۔ "لانا" فعل کا فاعل وہ ہو سکتا ہے جو کہیں ایسی جگہ پہ
بیٹھا۔ کھڑا یا لیٹا ہوا ہو۔ جہاں پہ کہ وہ چیز موجود نہ ہو جس کو لانے کے واسطے
حرکت کیجاوے۔ ہمارا خدا سرب بیاپک ہے وہ ہر ایک چیز کے اندر باہر
موجود ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے باہر ہو جس کو وہ لاوے۔
پرلے کے بعد جب سرشٹی پیدا ہونے کا سمے آتا ہے تو پرکرتی (علّت مادی)
کے ذرّات ایشور ہی نیم سے اکٹھے ہو کر دنیا کی شکل پکڑ جاتے ہیں۔ لانے اور
آنے کا اعتراض سکھوں کے خدا پر ہو سکتا ہے۔ جو بقول ان کے تبت
وغیرہ پہاڑوں کے درے بیٹھا ہوا ہے۔

(۱) دیکھو مکمل جنم ساکھی کلاں بالتصویر گورو نانک صاحب مصنفہ بھائی
بالے والی صفحہ ۱۶۵ ساکھی نمبر ۵۳۔ مطبوعہ مجتبائی پریس لاہور بار سوم

"گورونانک جی واچ

دیکھو دھرو بھگت تم کھڑے - ہم بینا پربت پر چڑھے - سرو انا ستیا پربت پر رہیا - بالا کھنڈ پربت پر گیا - نانک دُھر پہو پنچ دربار جہاں تخت بیٹھا سچا کرتار"

(۲) دیکھو جنم ساکھی گورو نانک صاحب مولفہ گوبند سہائے صفحہ ۲۲ ساکھی نمبر ۶ - "ایک دن بابا صاحب کچھ رات رہے اشنان کرنے کے واسطے ندی پر تشریف لے گئے ایک خدمت گار بھی ان کے ہمراہ تھا - کپڑے اوتار کر کنارے پر رکھ دئے اور غوطہ لگایا - ایک فرشتہ انکا ہاتھ پکڑ کر پرمیشور کی درگاہ میں لے گیا - بابا صاحب نے پرمیشور کی بڑی استت کی - نارین جی نے ایک پیالہ امرت کا دیا کہ یہ میری بندگی کا پیالہ ہے اسے پی جا بابا صاحب (نانک) نے پی لیا اور چرنوں پر سر رکھ دیا" وغیرہ وغیرہ -

(۳) دیکھو تاریخ گورو خالصہ دفعہ اوّل مصنفہ گیان سنگھ صاحب گیانی - صفحہ ۵۸ بیان بابا نانک صاحب -

"گورو نانک صاحب اوپر برت کو طے کرتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں جوتی جوت ست چت آنند سروپ کے دیدار کے لئے تشریف لے گئے"

اعتراض نمبر ۸ (صفحہ ۹) "یہ ذرّہ ہوائی کس قدر ہیں جن سے یہ اجسام صورت وجود اختیار کرتے ہیں اس کا کل مفصّل حال بہ تشریح بیان فرمائیے"

جواب - کسی نے سچ کہا ہے "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" جیسے عقل کے دھنی مدعی تھے۔ ویسے ہی ناپر ازدانش وہ سوال کرتے ہیں کہ یہ ذرّہ ہوائی کس قدر ہیں۔ لیجئے جناب ہم بتاہی دیئے جاتے ہیں پرکرتی یعنے مادہ اس قدر ہے جس قدر کہ دُنیا کی پیدایش و دیگر ضروریات کو پورا کرنے کے لئے درکار ہے۔

اعتراض نمبر ۹۔ (صفحہ ۱۰) "کیا خدا اربعہ عناصر کے لطیف ذرّے بھی اپنی قدرت سے بناتا ہے۔ یا کہ یہ ازخود بنے ہیں۔ مطلب یہ کہ لطیف ذرہ ازل سے غیر فانی یا قابل فنا ہیں"

جواب ۔ نہ خدا نے پرکرتی یا مادے کو پیدا کیا ہے اور نہ ہی وہ از خود بن گیا ہے کیونکہ ہر دو صورت میں زمانہ کی قید آتی ہے اور جو قید زمانہ میں آگیا ہے وہ اناوی یعنے غیر فانی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس کا شروع ہے اس کا انجام ضرور ہے۔ جسطرح سے کوئی دریا ایک کنارہ والا نہیں ہو سکتا اسیطرح سے کوئی مرکب پیدائش اور موت سے خالی نہیں رہ سکتا۔ مثلاً ایک شخص چند ایک انسانوں کی موت کا نظارہ دیکھ کر جو اسکے بڑے اور چھوٹے تھے۔ چند ایک اشیاء کو صورت پلٹتے اور نظروں سے غائب ہوتے دیکھ کر جو اس کے سامنے تیار کی گئی تھیں بذریعہ دلیل تمثیلی یہ کہہ سکتا ہے کہ جو حالت مرکبات کی ان جزئیات پر صادق آتی ہے وہی حالت کل مرکبات پر صادق آوے گی۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ تمام مرکبات حادث ہیں پس جب تمام مرکبات حادث ہیں تو بات صاف ہے کہ جو مرکب نہیں وہ حادث نہیں۔ یعنے تمام مفردات ازلی ہیں۔ چونکہ پرماتما اجہد والا یعنی ناقابل انقسام ہیں لہٰذا اناوی نہیں

آجتک کسی دانا نے علت کی علت دریافت نہیں کی

علّت ہمیشہ معلول کی ہوا کرتی ہے۔ دُنیا جو کہ بشکل معلول ہے اس کی علّت تو پرکرتی موجود ہے۔ لیکن پرکرتی (مادہ) جو دنیا کی علّت مادی ہے اس کی علّت دریافت کرنا نزد خردمنداں توسیع اوقات کرنا ہے۔ جیسے آنکھ سے دیکھنے کے لئے کسی دوسری آنکھ کی ضرورت نہیں ہے۔ چراغ کو دیکھنے کے لئے کسی دیگر چراغ یا دئے کی ضرورت نہیں ہے۔ سورج کو روشنی دینے کے لئے کسی دوسرے سورج کی ضرورت نہیں ہے۔ لوٹے کو پانی رکھنے کے لئے کسی دیگر لوٹے کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح سے پرکرتی جو دُنیا کی علّت مادی ہے اس کے لئے کسی دیگر علّت مادی کی ضرورت نہیں ہے وہ خود ازلی اور ابدی ہے۔

مادہ خود بڑے زور سے چھاتی ٹھوک کر اپنے انادی ہونے کی شہادت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ بہت سے کم فہم ناتجربہ کار انسان مجھ کو اپنی نظروں سے غائب ہوتے ہوئے دیکھ کر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ نیست ہو گیا لیکن ان کا یہ کہنا خلاف عقل اور شعور ہے۔ میرے ایک ذرّہ کو بھی یہ الزام لگانا میری ازالہ حیثیت عرفی کرنا اور اپنے مشاہدہ اور

تجربہ کی کمزوری کا اظہار دیتا ہے۔ جب کوئی میرے حصّوں کو اپنی
نظر سے غائب ہوتے ہوئے دیکھ کر بغیر سوچے سمجھے یہ کہنے کو تیار
ہو جاتا ہے کہ میں نیست ہو گیا تو میں حیران ہوں کہ ایسے شخص اپنے
گھروں کو جو میرے ہی حصص سے تیار ہوئے ہوئے ہیں اپنی نظروں
سے غایب ہونے پر یہ کہنے کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے کہ وہ بھی
نیست ہو گئے۔ اگر نیستی کے وعیدار میری شکل کے تبدیل ہونے سے
میری نیستی مانے بیٹھے ہیں۔ تو یہ انکی علمی غلطی ہے کیونکہ نیستی کے معنے
ہیں نابود گی لیکن شکل کی تبدیلی سے میں کسی نہ کسی حالت میں بنا رہتا ہوں۔
مدعی اس سے انکاری نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کئی دفعہ اسکو اپنی زوجہ کے زیورات
تیار کروانے کے واسطے زرگر کو سونا دینے کی ضرورت پڑی ہو گی۔ وہ سونا
جس حالت میں مدعی سے زرگر نے لیا تھا اسی حالت میں نہیں دیا بلکہ سلاخ
کی صورت میں لیا گیا تھا اور زیورات کی صورت میں واپس دیا گیا اب
اگر بوجہ تبدیلی شکل وہ سونا نیست ہو چکا ہے تو چونکہ نیستی سے ہستی نہیں
ہو سکتی جیسے بانجھ کے لڑکے کی شادی اسطرح انکا مفروضہ نیست شدہ سونا

اصلی حالت پر نہیں آسکتا۔ لیکن ان زیورات کے گلانے پر وہی سُلاخ
پھر تیار ہو جاتی ہے۔ دیگر جسطرح سے ایک سفید کپڑے پر رنگ دینے
سے اسکی سفیدی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اسطرح سے کوئی چیز شکل کی
تبدیل ہونے پر نیست نہیں کہلا سکتی۔ جسطرح سے راہٹ کے ڈنڈین
کوئیں کے پانی میں جاکر ہماری نظروں سے غائب ہوتی ہوئیں پھر آکر ہم کو
نظر آنے لگتی ہیں۔ اسطرح مادہ جب کثیف حالت میں ہوتا ہے تو ہم کو
نظر آنے لگتا ہے۔ لیکن جب کارن روپ پرکرتی کی حالت میں ہوتا ہے
تو بسبب نہایت لطیف ہونے کے ہم کو نظر نہیں آتا۔ لیکن پھر کثیف حالت
میں آنے سے ہم کو دکھائی دینے لگ جاتا ہے درحقیقت مادے کا ایک
ذرہ نہ تو پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کو نیست کر سکتا ہے۔

نفی سے مثبت کی پیدائش نہیں ہو سکتی کیونکہ دنیا ہستی ہے اس کی
علت مادی نیستی کبھی بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جہان میں انسان کے سینگ نہیں
ہیں اگر سینگ ہوتے تو ان سے کوئی چیز بھی تیار ہو سکتی تھی۔ جسطرح سے
انسان کے سینگ سے جو نفی ہیں کوئی چیز تیار نہیں ہو سکتی اسطرح

سے مادہ نیستی سے ہستی میں نہیں آسکتا۔

اوپادان کارن کے گن کرم اور سبھاؤ کاریہ میں آتے ہیں یعنے علت مادی کی خاصیتیں اور خصوصیتیں وغیرہ معلول میں آتی ہیں جیسے سونے کے زیورات میں سونے کی تمام صفات موجود ہوتی ہیں جو اُن زیورات کی علت مادی ہے اسطرح اگر مادے کی پیدائش خدا سے مانی جاوے تو اس کی صفات اس میں موجود ہونی چاہئیں لیکن ایسا نظر نہیں آتا اس لئے یہ کہنا کہ مادہ خدا سے پیدا ہوا ٹھیک نہیں۔ لہذا ہم خدا کی ان چند صفات سے جو سکھوں کے گرنتھوں میں مانی ہوئی ہیں۔ مادے کی صفات کا مقابلہ کرتے ہیں۔

(ا) پرمیشور اکائے ہے یعنے اُس کی کایا جسم نہیں لیکن پرکرتی یا مادہ مجسم ہے۔

(ب) پرماتما کا روپ رنگ اور ریکھ نہیں یعنے اس کی صورت شکل اور جسامت نہیں۔

سنہ نمتنگ اکائے۔ نمتنگ جائے" دیکھو دسم گرنتھ سری مکھ واک گورو گوبند سنگھ۔ جاپ سری مکھ واک پادشاہی دس بھوجنگ پریات چھند۔ نوٹ:- نمبر ۲ کیلئے دیکھو صفحہ آئندہ

لیکن مادے کی موجود ہے۔ اس لئے مادہ پرمیشور سے نہیں ہو سکتا۔
(ج) ایشور انتریامی ہے یعنے ہر ایک کے اندر کی جاننے والا ہے لیکن مادہ اس صفت سے رہت ہے۔

ع۱ "چکر چھین ار برن جات اربات نہیں جے۔ روپ رنگ اور ریکھ بیکھ کوئی کہ نہ سکت کرا" از دسم گرنتھ سری مکھ واک پادشاہی دس جاپ چھند تر پرسادی۔ چھند اوّل گرنتھ کا آغاز ہی اس سے ہے۔

"نرویٹا" ہے اجیت ہے پار برہم ابناسی ابناس۔ ہے پورن ہے سرب میں دکھ بھنجن گن تاس ہے سنگی ہے نرنکار ہے نرگن سب ٹیک" وغیرہ از آد گرنتھ۔ گوڑ باون اکھری محلہ ۵۔ شلوک ۴۵ پوڑی۔

"اُستت من میں کر نرنکار۔ کر من میرے ست بوہار۔ نرمل رسنا امرت پیو سدا سہیا کرہ جیو" وغیرہ۔ از آد گرنتھ سکھمنی اشٹپدی ۴ اپوڑی ۲ تک اوّل سے ۴ تک۔

"نانک نربھو نرنکار ہور کیتے رام روال" آد گرنتھ۔ آسا کی وار شلوک ۴ محلہ اوّل تک ادل

"آدروپ اناد مورت۔ اجون پرکھ اپار۔ سرب مان تربان دیوا بھو آدا دوار۔ سرب بیاپک سرب کو بن کال۔ جتر نتر برلاج ہے اودھوپ ادپ رسال۔ نام ٹھام نہ جات جاکر روپ رنگ نہ ریکھ۔ آد پرکھ اُدار مورت اجون آد ابکھ دیس اور نہ بھیس جاکر روپ ریکھ نہ راگ جتر تتر دسا دسا ہو پھیلیو انراگ" دسم گرنتھ۔ جاپ سری مکھ واک پادشاہی دس۔ رود اس چھند دیر ساد۔ "روپ نہ ریکھ نہ رنگ کچھ۔ ترے گن۔ تے پربھ بھن۔ تسے بوجھائے نانکا جن ہووے سو پرسن" از آد گرنتھ۔ گوڑی سکھمنی محلہ ۵ شلوک ۱۵ سے اگلا گویا ۱۶ کا شروع۔

ع۲ "پربھ میرا انتریامی جان۔ کر کرپا پورن پرمیشر نہچل سچ شبد نیشان" از آد گرنتھ کلیان محلہ ۵

پس بوجہ عدم موجودگی ان صفات کے جو خدا میں ہیں اور مادے میں نہیں یہ نتیجہ صاف ہے کہ مادہ خدا سے پیدا نہیں ہوا۔

ہر ایک بات کو پایہ ثبوت تک پہونچانے کے لئے ہمیشہ مثال کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ جب دنیا بھر میں کوئی مثال اس قسم کی موجود نہیں کہ علت فاعلی علت مادی بن گئی۔ مثلاً کمہار جو گھڑے کی علت فاعلی ہوتا ہے۔ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ خود مٹی بن کر اس گھڑے کی علت مادی ہو گیا ہو جس کو وہ تیار کر رہا ہے۔ اگر ویدوکت فلوسفی کے منہ توڑ گولوں سے شکست کھائے ہوئے مدعی قلعہ تعصب کے برے دنیا دہر یوں میں چھپ کر اپنی گری ہوئی حالت کو سنبھالنے کے خیال سے توپ بے نشانی کا یہ گولہ مارے کہ مادہ خدا سے نہیں بنا بلکہ خدا نے اسکو اندر سے نکالا ہے۔ چونکہ اجب ہم انواع سوالات ویدوکت فلاسفی ہشت وجہات کو بھی ناچیز سمجھتے ہیں تو برائے ان کا من گھڑت گولا ان کے اجسام سے ٹھوکر کھا کر ان کی ہی کمین گاہ کو بیخ و بنیاد سے مسمار کریگا کہ جب علت مادی خدا کے اندر موجود تھی تب ہی تو اسے نکلی کیونکہ صندوق یا کوٹھری وغیرہ سے جو اسباب برآمد ہوا

کرتا ہے۔ وہ اس صندوق یا کوٹھری وغیرہ کا تیار شدہ نہیں ہوتا۔
اور نیز جب تک کہ صندوق یا کوٹھری وغیرہ میں کوئی چیز موجود نہ ہو اسے
برآمد نہیں ہو سکتی۔ تو پس مدعی کا یہ کہنا کہ خدا نے مادہ کو اندر سے نکالا۔
اس بات کو ہر پہلو سے دکھا رہا ہے کہ یہ اس کے اندر پہلے سے موجود تھا۔
پس پہلے سے اس کا موجود ہونا ہی اس کے انادی ہونے میں۔ بڑا بھاری
ثبوت ہے۔

الفاظ اندر اور باہر اس وقت استعمال ہوتے ہیں جب کہ اندر باہر
اور باہر اندر موجود نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ فلاں شخص نے کپڑے
صندوق سے نکالے ہیں۔ اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ صندوق جو کپڑوں
پر محیط تھا اب نہیں رہا۔ دیگر جہاں پر کپڑے پڑے ہوئے تھے وہ جگہ
خالی ہو گئی ہے لیکن چونکہ معترض اور ہادیان قوم سکھ پرماتما کو سرب
بیاپک مانتے ہیں اس واسطے صورت اوّل کے رو سے وہ محیط کل نہیں کہلا سکتا

نوٹ نمبر ۱۔ "سرب جوت میں جا کی جوت۔ دھار رہو سوامی ادت پوت" آدگرنتھ مجلد ۵۔ سکھمنی
اشٹپدی ۲۳ پوڑی ۳ تک۔ "ویسنتر سگل بنیتی" یا "بیسنتر سگل اور میں گھی ناما" آدگرنتھ مجلد ۵۔
"اونچ نیچ میں جوت سماں گھٹ گھٹ مادھو جی ناما" آدگرنتھ مجلد ۵ ر۔ سری
"کاہے رے من کھوجن جائے سرب نواسی سدا الیپا تو ہی سنگ سمائی" آدگرنتھ مجلد ۹۔ راگ دھناسری

کیونکہ مادہ اس سے باہر ہے اور باہر کی چیز اندر کی چیز کو جدا نہیں کر سکتی۔ صورت دوم میں وہ ایک رس نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ پہلے مادہ اس کے اندر موجود تھا۔ اب اس کے باہر آ گیا ہے۔ اگر مدعی کی طرف سے یہ اعتراض اٹھایا جاوے کہ مادہ نہ تو خدا کے اندر سے نکلا ہے اور نہ ہی خدا مادہ بن گیا ہے۔ بلکہ مادہ خدا کے حکم سے تیار ہوا ہے تو اس پر یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیا تمہارا خدا جو نیستی سے ہستی کرتا ہے۔ مخنث کو لڑکا پیدا کر سکتا ہے اگر کر سکتا ہے تو مثال دو لیکن چونکہ اس قسم کی کوئی مثال موجود نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے لہذا تمہارا یہ کہنا بغیر ثبوت کے ناقابل تسلیم ہے۔ دیگر اگر بحث کے لئے ایک منٹ بھر ہم آپ کے کہنے کو مان لیں کہ خدا نے مادہ کو نیستی سے ہستی میں کیا ہے تو چونکہ کوئی دریا ایک کنارہ والا نہیں ہو سکتا اس طرح سے کوئی پیدا شدہ موت سے خالی نہیں رہ سکتا۔ چونکہ مادہ نیستی سے ہستی میں لایا جا چکا ہے اس لئے اس پر لازم آتا ہے کہ وہ ہستی سے نیستی میں بھی جا سکے لیکن چونکہ کوئی شخص اس کا ایک ذرہ بھی نیست نہیں کر سکتا لہذا ماننا پڑ گیا کہ مادہ چونکہ نیست نہیں ہو سکتا نیستی سے ہستی

میں بھی نہیں لایا گیا۔ رگ وید منڈل ۱ سوکت ۱۶۴ منتر ۲۰ میں پرماتما
بتلاتے ہیں کہ جو پرمیشور اور جیو دونوں شعور اور جن میں پرورش کرنا وغیرہ
صفات یکساں ہیں اور جن میں باہم محیط اور محاط کا تعلق ہے جو باہم
مانوس اور قدیم اور ازلی ہیں ویسے ہی (ورکش) درخت مشتمل بر جڑیں بصور
ازلی علت اور شاخیں بصورت معلول یعنی جو حالت کثیف میں آکر
پھر پرلے میں ذروں میں مل جاتا ہے تیسری ازلی شے ہے ان تینوں کے اوصاف
افعال اور عادات بھی ازلی ہیں جیو اور پرمیشر اُن دونوں میں سے ایک
یعنی جیو اس درخت کائنات میں پاپ اور پُن کے پھل کو اچھی طرح بھوگتا
ہے۔ اور دوسرا یعنی پرماتما اعمال کے پھل کو نہیں بھوگتا اور چاروں طرف
یعنی اندر باہر سب جگہ جلوہ گر ہے۔ جیو سے ایشور اور ایشور سے جیو اُن دونوں
سے پرکرتی اپنی ماہیت سے جدا ہے اور تینوں ازلی ہیں۔

द्वा सुपर्णा सयुजा सखाया समानं वृक्षं परिषस्वजाते।
तयोरन्यः पिप्पलं स्वाद्वत्त्यनश्नन्नन्यो अभि चाकशीति।
ऋ० मं. १। सूक्त १६४। मंत्र २०॥

چند ایک محققین کی رایوں کا اظہار کرتے ہیں جو مصنف مزاج ناظرین کو فاص نتیجہ پر پہونچانے کے لئے کافی ہونگی۔

(١) آدگرنتھ سکھمنی اشٹ پدی ١٦ پوری ٦ تک ایک سے ٦ تک۔

"روپ ست جا کا ست استھان۔ پورکھ ست کیول پردھان۔ کرتوت ست ست جا کی بانی۔ ست پورکھ سب ماہ سمانی۔ ست کرم جا کی رچنا ست مول ست ست اُت پت"۔

(٢) آدگرنتھ سکھمنی اشٹ پدی ٢١ پوڑی ٧ تک پہلی دوسری۔

"جب آپہ رچیو پرپنچ اکار۔ تہ گن میں کینو بستار"۔

(٣) آدگرنتھ سکھمنی اشٹ پدی ١٤ پوڑی ٨ تک ٥ و ٦۔

"پربھ کا کیا جن میٹھ لگانا۔ جیسا سا بنیا و رشٹا نا"۔

(٤) آدگرنتھ شلوک ١١ محلہ ٩۔

"پنچ تت کو تن رچیو جانو چتر سوجان۔ جہیں تے اوپجیا نانکا لین تاہیں مان"

(بقیہ نوٹ صفحہ ١١٠) (٤) "بید کتیب کہو مت جھوٹے۔ جھوٹا سو جو نا ہیں وچارے"۔ صفحہ ١٤٢٤۔ آدگرنتھ بھیاس پر بھاتی بانی کبیر جی کی آبھا زبشد جو تھا کا تک پہلی ہے۔

(٥) "اگم اننت اناد آد جن کو کوئی نہ جانے۔ شو برہم دھر دھیان جس بید بکھانے"۔ آدگرنتھ سوئی محلہ چوتھے کے سویا ٢٢ ، ٢١١٣ تک اوّل سے ٢ تک۔

(۵) آدگرنتھ مانجھ کی وار شلوک دوسرا الف پہلی -

"جیو پائے تن ساجیا - کہیا بنت بنائے ۔"

(۶) از آدگرنتھ جپجی - پوڑی ۳۳ -

"سچا آپ سچا دربار - تتھے سوہن پنچ پروان -"

(۷) از آدگرنتھ سکھمنی - اشٹپڈی ۱۹ پوڑی تک اوّل و دوم -

"تم ٹھاکر تم پہ ارداس جیو پنڈ سب تیری راس"

(۹) مسٹر ڈاکٹر نائی سنز الار ڈنر - ڈی - سی - ایل - سابقہ پروفیسر نیچرل فلاسفی اور الیٹر ونومی یونیورسٹی کالج لنڈن اپنی کتاب موسومہ "کومن تھنگ" کے اندر حسب ذیل لکھتے ہیں -

آگ نمبر ا - آگ اربعہ عناصر میں سے ایک عنصر ہے یعنے ایک قدرتی چیز ہے"

(۱۰) پروفیسر ہکسلے اور یلفرسٹی ورٹ اپنی کتاب موسومہ "کیمسٹری ردسکے" ...

نمبر ا - پنچ بمعنے اربعہ عناصر یا پرکرتی -

نمبر ۲ - یعنے جیو اور پرکرتی تیری راس یعنے پونجی ہے -

کے صفحہ ۷۰ پر لکھتے ہیں۔ "تم کو معلوم ہو گیا کہ مرکب کا وزن ہمیشہ ٹھیک وہی ہوتا ہے جو کل مفردات کا تھا اور تمام تمامی تبدیلیوں کے ظہور میں آنے سے وزن میں کبھی کوئی کمی واقعہ نہیں ہوتی۔ ہم نہ مادے کو پیدا کر سکتے ہیں اور نہ ضائع"

(۱۱) "ڈی لنڈ پرنسپل اینڈ اپلیکیشن آف کیمسٹری" باب پنجم صفحہ ۱۶۱ "اجسام کے اقسام اور اشکال کشش کیمیائی سے خواہ کتنے ہی تبدیل ہو جائیں۔ لیکن مادہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ مرکب اشیاء کے نتیجہ کا وزن ہمیشہ ٹھیک وہی ہوتا ہے جو مرکب ہونے سے پیشتر مرکب عناصر کا تھا"

(۱۲) مسٹر گولڈنگ برڈ۔ اے۔ ایم۔ ایم۔ ڈی۔ الیف۔ ایل۔ ایس لنڈن اپنی کتاب موسومہ "نیچرل فلاسفی" کے قاعدہ نمبر ۳ کے اندر لکھتے ہیں کہ یہ مسلمہ ہے کہ اجسام کے اقسام جن کا تعلق تمام اجسام کے ساتھ ہے نہ بڑھ سکتے ہیں اور نہ کم ہو سکتے ہیں"

(۱۳) ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو لیٹنر صاحب رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی کتاب "علم کیمیا" مطبوعہ لاہور مارچ ۱۸۶۹ء کے صفحہ ۳ و ۴ پر مادے کی نسبت

واقع نہ ہونے کا ایک تجربہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "فسل کیمیا کے دیکھنے سے یہ اچھی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ کمی مادے میں واقعہ نہیں ہوتی کہ مادہ لازوال ہے اور فسل کیمیا میں جیسا جلنے بتی کے اندر واقعہ ہوتا ہے تبدیلی صورت ہے اور نہ زوال ہوتا مادہ کا واقعہ ہوتا ہے۔"

(۱۴) پروفیسر ہکسلی لکھتے ہیں کہ "موجودات میں مفرد جسم نہ تو معدوم ہوتے ہیں اور نہ ان کی مقدار بڑھتی ہے۔ مفرد اجسام کا وزن تمام حالتوں میں قایم رہتا ہے بدلتا نہیں اس سے ثابت ہے کہ نظام قدرت میں مادہ معدوم نہیں ہوسکتا اس کی مقدار جس قدر ہے اسیقدر رہتی ہے۔ نہ بڑھتی ہے نہ گھٹتی ہے"۔

(۱۵) حکیم نصیرالدین طوسی اپنی کتاب "اخلاق ناصری" کے مقالہ اول قسم اول فصل دہم صفحہ ۱۵ کے اندر حسب ذیل لکھتے ہیں۔

"معلوم شود کہ ہیچ جسم بکلی معدوم نمی شود بلکہ اعراض و اصناع و ترکیبات و تالیفات و صور و کیفات بر یک موضوع مشترک باطل ماده باقی مبدل می شود و حال این احوال و ہمہ اوقات بر قرار

خوشیش باشد"۔

(۱۶) از ترجمہ قانون شیخ بوعلی سینا مترجمہ حکیم سید غلام حسین صاحب کنتوری مطبوعہ نول کشور پریس صفحہ ۱۱ و ۱۲ تعلیم دوسری ارکان کے بیان میں "عـہ ارکان چند اجسام بسیطہ کو کہتے ہیں جو بدن انسان کے اجزائے اولیہ ہیں۔ ان کی تقسیم مختلف صورتوں کے اجسام کی طرف ممکن نہیں ہے اور ان کے ملنے اور مرکب ہونے سے انواع مختلف کائنات کے پیدا ہوتے ہیں طبیب اس بات کو مسلم ماننے کے وہ چار ہیں زیادہ نہیں ہیں۔"

(۱۷) یونانی طبابت کے فاضل حکیم محمد ارزانی نے ایک کتاب موسومہ "مفرح القلوب" لکھی ہے جس کے ترجمہ کو مولوی حکیم محمد نور کریم نے اکسیر القلوب سے نامزد کیا ہے اور یہ کتاب ماہ جولائی ۱۸۷۲ء کو مطبع نول کشور میں طبع ہوتی ہے اس کے اندر ارکان کا بیان کرتا ہوا مصنف حسب ذیل لکھتا ہے۔

عـہ ارکان یعنی اربعہ عناصر ۱۲

جسم کو اس اعتبار سے کہ وہ مرکب بالفعل کا جزو ہے رکن کہتے ہیں۔
اور اس اعتبار سے کہ انقلاب اور استحالہ ایک کا ساتھ دوسرے کے
ہوتا ہے اصل کہتے ہیں یعنے اجسام سے ہر ایک جسم کو پا حاصل ہے۔
اپنی غیر کا اور اس اعتبار سے کہ شروع ترکیب کی اس سے ہوتی ہے
عنصر اور اس اعتبار سے کہ انتہا تحلیل کی اسی پر ہوتی ہے اسطقس[1]
کہتے ہیں۔ ۱۷

(۱۸) حکیم قاضی الہی بخش صاحب اپنی کتاب موسومہ "مظہر العلوم"
مطبوعہ نولکشور پریس کے صفحہ ۹ پر ارکان کے بیان میں ذکر کرتے ہیں
کہ "ارکان وہ اجسام بسیط ہیں کہ بدن انسان وغیرہ کے لئے موالید
ثلثہ سے (یعنے حیوانات۔ نباتات اور معدنیات) جز اولی ہیں اور
مراد بسیط سے اس جگہ وہ جسم ہے کہ اجسام مختلف الصورت و الطبائع
کی طرف منقسم نہ ہو سکے یعنے جو رکن ارکان میں سے کوئی صورت اور
طبیعت مخصوصہ رکھتا ہے۔ جب تک وہ بسیط ہے اپنی صورت و
طبیعت مختصہ پر رہتا ہے اور اس کی کسی چیز میں اختلاف اور امتیاز

[1] اسطقس یونانی لفظ ہے یعنے عنصر

ظاہر نہیں ہوتا"

(۱۹) حکیم ہادی حسین خان صاحب مرادآبادی یونانی طبابت کی مشہور و معروف کتاب ذخیرہ خوارزم شاہی کا ترجمہ کرتے ہوئے جلد اوّل کے صفحہ ۲۳ پر حسب ذیل لکھتے ہیں -

"جاننا چاہیئے کہ جسم آدمی کا اور جانوروں کا اور گھاسوں کا سب جمع کیا گیا ہے اور گوندھا گیا ہے آگ ہوا اور پانی اور خاک سے اور مادہ سب چیزوں کا جو نیچے آسمان کے ہے یہ چاروں چیزیں ہیں اور ان چاروں کو عربی میں ارکان کہتے ہیں اور عناصر بھی کہتے ہیں اور ہر ایک کا جسم یکساں ہے اور کوئی جزو انہیں سے مخالف جزو دوسرے کے نہیں ہے۔ لیکن ہر ایک جزو اس میں سے کہ درہم کیا جاوے وہی طبیعت رکھے اور وہی فعل کرے۔ جیسے اور جزو مناسب جزوں کا مادوں سے ساتھ کمی اور بیشی کے ہے اور ہر چیز کی ایک دوسرے سے جدائی کمی بیشی انہیں چاروں مادوں سے ہے۔ مثلاً جو چیزیں کہ مادہ آتشی زیادہ ہو وہ گرم اور خشک ہے اور جو چیزیں مادہ ہوائی زیادہ ہے وہ گرم و تر

ہے اور جس شے میں کہ پانی کا مایہ زیادہ ہو اس کو سرد تر کہتے ہیں اور جس چیز میں کہ مایہ خاکی زیادہ ہو اس کا نام سرد خشک ہے اور یہ چاروں مایہ خدا ایک دوسرے کے ہیں۔ یعنے دشمن ایک دوسرے کے اور ایک دوسرے سے ناموافق اور ناکبنیدہ نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ جلشانہ نے ان چاروں دشمنوں کو باہم ملایا۔"

اعتراض نمبر۱ (صفحہ ۱۰) پنڈت جی آپ کے فرمان کے بموجب تو خدا مثل ایک معمار کے ہوا جیسے کہ چونہ اینٹ۔ لکڑی وغیرہ اشیاء کے بنانے والا از خود معمار نہیں ہے مگر انکو ترتیب میں لاکر ایک مکان تیار کر دیتا ہے۔ اسی موافق خدا بھی ٹھہرا کہ وہ اُن عناصروں کا سازندہ بذات خود نہیں مگر اُنکو ایک قسم کی ترتیب دے کر دنیا بنانے کی طاقت رکھتا ہے۔ یا دوسرے معنوں میں یہ کہو کہ وہ عناصر قبل سے موجود تھے مگر بے ترتیب ضرور ہوں گے کہ جن کو حسب ضرورت اکٹھا کر کے۔ دریا۔ پہاڑ۔ درخت وغیرہ بنا دئے جن سے یہ سب کاروبار چلنے لگے۔ یا یوں کہو کہ خدا مثل ایک عورت کے ہے جسطرح وہ آٹا چاول۔ دال۔ ساگ۔ پات وغیرہ اشیاء کو چولہے میں لاکر چپاتی

اور پلاؤ وغیرہ تیار کر دیتی ہے سو خدا نے بھی یہی کام انجام دیا کہ عناصروں

کو ملا کر اس شکل میں لے آیا کہ جس کو ہم دنیا کہتے ہیں۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت

ہوا کہ عناصروں کا نام دنیا نہیں ہے بلکہ عناصر بھی خدا کی طرح دنیا کی پیدائش

کے لئے مفعول ہیں یا بالفعل اگر اس کو قبول کریں تو خدا کی عقل ایک بڑھیا

عورت کے موافق معلوم ہوتی ہے ۱۱۔

جواب۔ دعوے میں جو امثال پیش کیگئی ہیں وہ سراپا جہالت سے

پُر ہیں۔ دانائی کی تو ان میں بو تک بھی نہیں بھلا سچائی کا نشان کہاں

اچھا ہم اس کو ہوش میں لاتے ہیں اس کی کم فہمی کا علاج بتلاتے

ہیں امید ہے کہ اگر ہمارے مقرر کردہ جوشاندے کو آتش عقل پر جوش دے کر

ساغر گوش ہوش سے پیا جاوے گا۔ تو صدہا مریض اس موذی مرض سے

صحت یاب ہوں گے۔

خدا قادر مطلق ہے اس کو دنیا کے بنانے میں کسی سادھارن کارن یعنی

کسی اوزار کی ضرورت نہیں پڑا کرتی۔ لیکن معمار بغیر تیشی کانڈی۔ سوت گر

گُنیا اور گز وغیرہ کے کسی مکان کو نہیں بنا سکتا اور بڑھیا بغیر دیگچے امداد کے

وغیرہ کے روٹی اور چاول وغیرہ تیار نہیں کرسکتی اس لئے خدا کو معمار اور بڑھئی سے تشبیہ دینا سراپا غلط ہے۔

دیگر مدعی کا یہ لکھنا کہ "اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عناصروں کا نام دنیا نہیں ہے بلکہ عناصر بھی خدا کی طرح دنیا کی پیدائش کے لئے مفعول ہیں" ایک بڑی بھاری عقلی غلطی ہے جس سے اندازہ ملتا ہے کہ مدعی کو پرائمری سکول کے طالب علموں کے برابر بھی لیاقت نہ تھی۔ عالمیت کا تو ذکر ہی کیا ہے کیونکہ اردو گرام کے جاننے والے چوتھی جماعت کے لڑکوں کو بھی یہ معلوم ہے کہ مفعول وہ ہوتا ہے جس پر فعل واقعہ ہو۔ کیوں صاحب دنیا کے بنانے میں خدا پر کونسا فعل واقعہ ہوا تھا۔ جس سے آپ نے اس کو مفعول قرار دیا۔ سچ ہے کہ آپ جیسے گیانیوں کو قواعد صرف نحو سے کیا تعلق آپ کو تو بارہ ڈنگے مار کر ورق سیاہ کرنے اور بے فائدہ شیخی بگھارنے سے مطلب ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱ (صفحہ ۱۱) "کہ جو آپ اس بڑھیا عورت سے دنیا بنانے کے لئے فرما رہے ہیں۔ تو بیشتر آپ اپنے خدا سے تھوڑی سی آلو کی ترکاری اور میٹھا پلاؤ تو بنوا دو۔"

جواب - نشہ کج فہمی سے سرشار مدعی حافظہ سے ہاتھ دھو
الٹا ہم پر سوال کرتا ہے۔ کہ تم اپنے خدا سے آلو کی ترکاری تو
بنوا دو جناب ہوش کی تو لو بڑھیا کو خدا سے تشبیہ آپ نے دی
تھی نہ کہ ہم نے اس لئے بڑھیا سے دنیا بنوانا فرض آپکا
تھا نہ کہ ہمارا - کیونکہ آپ بڑھیا کو خدا کے برابر بتلاتے ہیں نہ کہ
ہم پس جب کہ آپ کی بڑھیا صفات میں ہمارے خدا کے برابر
ہے تو نتیجہ صاف ہے کہ جو کام خدا کرتا ہے آپ کی بڑھیا بھی کر
سکتی ہے کیونکہ وہ اس کے برابر ہے - چونکہ دنیا بنانا خدا
کی صفات میں سے ایک ہے - لہذا یہ آپ کی بڑھیا کی ہونی
چاہیئے - اس لئے بڑھیا سے دنیا بنوانا فرض آپ کا تھا نہ کہ ہمارا
چونکہ کوئی دعوے بغیر ثبوت کے قابل تسلیم نہیں ہوا کرتا - اور
دعوے کی صداقت کا بار ثبوت بذمہ مدعی ہوتا ہے - اب چونکہ مدعی
اپنے مخالف سے ثبوت دعوے کا طلبگار ہے - جو مدعی کے
دعوے کی تردید کرتا ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ مدعی کا دعوے

برجہ عدم ثبوت خارج نہ ہووے -

یہاں تک تو مدعی ہم لوگوں سے اتفاق کرتا ہے - کہ
دُنیا کے بنانے والا خدا ہے - مگر مدعی اور ہمارے درمیان
فرق صرف اتنا ہے کہ وہ خدا کو دُنیا کی علّت مادی - علّت فاعلی
اور علّت سببی قرار دیتا ہے - لیکن ہم لوگ خدا کو دنیا کی علّت
مادی نہیں مانتے - نیز فریق اوّل کا یہ بھی عین تو ہے کہ خدا جو کچھ
چاہے کر سکتا ہے - لیکن ہم لوگ یعنے فریق دوئم اس بات کے
قائل نہیں ہیں بلکہ اس کی تردید کرتے ہیں کہ خدا ایسا نہیں کر سکتا ہے کیونکہ
اس سے قاعدہ ٹوٹتا ہے چونکہ اس کے قانون خالی از غلطی ہیں
اور اپنے مقرّرہ قاعدہ کو وہی توڑا کرتا ہے جو بے قاعدہ چلنے والا ہو -
اور نیز قاعدہ یا دستور وہی ٹوٹا کرتا ہے جو منظور خاطر نہ ہو اور کسی
قاعدہ یا دستور کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ اس قاعدہ
میں غلطی یا کمبختی ہوا کرتی ہے - اور دیگر ٹوٹتا وہی ہے جو بنا ہوا
ہو - چونکہ خدا علیم کل غلطی سے خالی ازلی اور ابدی ہے - اور

یہ بات مسلّم الثبوت ہے کہ اناوی کی صفات بھی اناوی ہوا
کرتی ہیں۔ کیونکہ موصوف مجموعہ صفات ہوتا ہے۔ اور
صفات بغیر موصوف ہو نہیں سکتیں۔ اس لئے علیم کل غلطی سے
خالی اور اناوی خدا کو سچّے اور اناوی قواعد جو بوجہ اناوی
اور درست ہونے کے توڑے نہیں جا سکتے۔ ان کے توڑنے
کے جرم کا مرتکب قرار دینا۔ اس میں غلطی بتلانا اور اس کے
اناوی صفات کے ٹوٹنے سے ان کے اناوی پن سے ہاتھ
دھونا صاف خدا سے منکر ہونا اور اپنے دھریاپن کے
نشانات کا طشت از بام کرنا ہے۔ سکھوں کا خدا
بیشک ہے دستوروں کی طرح من مانے گھوڑے ہانکتا
ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کہیں بلی بنا بیٹھا ہے کہیں کتا۔ کہیں
گیدڑ۔ کہیں سور۔ کہیں بھیڑیا۔ کہیں بکری۔ کہیں رنڈی۔ کہیں بھڑوا۔ کہیں
پارسا۔ کہیں گناہ گار کہیں بول کہیں بہرا۔ کہیں اندھا کہیں کانا

(دیکھو صفحہ آئندہ)

نوٹ نمبر ۱۔ آدگرنتھ۔ بانی بھگت نام

کہیں گنجا - کہیں گونگا و غیرہ وغیرہ بوجہ بادی ہونے کے دعوے
مُدعی کی پوری تکمیل کر سکتا ہے اور بموجب خیال مُدعی کے

پچھلے صفحہ کے نوٹ -

(ا) ’’لس پربھ تے سگل اُت پت - لس بھاوے تا کرے
بستار - لس بھاوے تا ایک اونگ کار - ‘‘ - گوڑی سکھ منی
اشٹپدی ۲۳ پوڑی ۵ تک ۲ و ۳ و ۴ -

(ب) آد گرنتھ سُکھ منی اشٹ پدی ۹ پوڑی ۸ تک -
۳ و ۴ - ’’ آپے کرن کراون جوگ - پربھ بھاوے
سوئی بھون ہوگ ‘‘

(پ) آد گرنتھ سری راگ وار شلوک ۱۹ سے آگے
محلہ ا

’’ کیا ہنس کیا بگلا جان کو ندر کرے جو لس بھاوے تا کا

کہیں گنجا - کہیں گونگا - وغیرہ وغیرہ بوجہ مادی ہونے

پچھلے صفحہ کے نوٹ -
کاگوں ہنس کرے ""-

(ج) آدگرنتھ سکھ منی - اشٹ پدی ۱۱ پوڑی پہلی تک ایک
"" کرن کرادن کرنے جوگ جو تس بھاوے سوئی ہوگ ""
(د) آدگرنتھ سکھ منی - اشٹ پدی ۱۱ پوڑی ۴ تک - ایک
"" کہو مکھ تے کیا ہوئے آوے - جو تس بھاوے سوئی کرادے ""
(س) سکھ منی اشٹ پدی ۱۱ پوڑی ۵ تک ۳ و ۴ -
"" آگیا کاری بپڑا جیئو - جو تس بھاوے سوئی پھن تھی اور ""
(ص) آدگرنتھ دار ماجھ کی شلوک ۱۴ تک ۳ و ۴ - "" ندیاں وچہ
ٹبے دیکھالے - تھئین کریں اسگاہ - کیڑا تھاپدے بادشاہی لشکر
کرے سواہ ""-

۲ - (ک) آدگرنتھ سری راگ بانی بھگت رویداس

کے دعوے مُدعی کی پوری تکمیل کر سکتا ہے اور بموجب

پچھلے صفحہ کا بقیہ - نوٹ نمبر ۲ -

"تو ہی موہی - موہی تو ہی انتر کیسا - کنک کٹک جل ترنگ جیسا" - ترجمہ کے لئے دیکھو ترجمہ آدگرنتھ انگریزی مرتبہ ڈاکٹر ٹریمپ صاحب صفحہ ۱۳۰ - مطبوعہ لنڈن ۱۸۷۷ء -

"تیرے (خدا کے) اور میرے - میرے اور (خدا کے) تیرے کچھ بھید نہیں جیسے سونے اور سونے کے زیور میں پانی اور پانی کے بلبلے - (حباب) میں" - چونکہ سونے کے زیور اور سونے میں پانی اور اس کے بلبلے میں کچھ فرق نہیں ہوتا - لہذا سکھوں کے خدا اور مادے میں کچھ بھید نہیں -

دیکھو اگلا صفحہ

خیال مُدعی کے بوڑھیا بھی تو وہی خدا ہے لہذا سکھوں
کے سدھانت کے بموجب تو دنیا کا بنانا بُڑھیا پہ
صادق آسکتا ہے۔ لیکن ہمارے خدا پر نہیں۔ کیونکہ
وہ بے قاعدہ کٹنے والا نہیں۔ جیسے کہ باورچی وغیرہ
سے روٹی وغیرہ بنایا جانا اس کا قاعدہ ہے جو بوجہ
درست اور اٹادی ہونے کے ٹوٹ نہیں سکتا۔ لہذا خلاف
قانون ایشوری کے اس بات کی سمجھا ونا کرنا محض غلطی ہے۔

پچھلے صفحہ کے نوٹ۔

(ل) آدگرنتھ گوڑی سکھ منی اشٹپدی ۱۴ پوڑی یا لائی ۶
تک پہلی و دوسری۔

"نہ کچھ جنمے نہ کچھ مرے اپنی چرت آپ ہی کرے"

(م) آدگرنتھ گوڑی کبیر جی بھگتی ہے۔

"جل بھل ماہین آپہ آپ۔ آپے جپو اپنا جاپ"۔

اعتراض نمبر ۱۲۔ (صفحہ ۱۱) "تب میں نے کہا کہ خدا غیر مادی ہو کر اتنے بڑے بڑے اجسام کے پہاڑ تو بنا سکتا ہے۔ مگر بوڑھیا عورت کی طرح ذرہ سی دو تھپکار کی ایک چپاتی نہیں بن سکتی"۔

جواب۔ ہر ایک کام کا کرنا ان کی ضرورت پر منحصر ہے۔ چنانچہ پہاڑ جو بنے ہوئے

پچھلے صفحہ کا بقیہ

(ت) بینتی اکھری

"ایش جیو میں بھید نہ جانو۔ سادھ چور سب برھم پچھانو"

(د) آد گرنتھ آسا نام دیو شبد پہلا۔ تیک تیسری۔

"سب گوبند ہے سب گوبند ہے۔ گوبند بن نہیں کوئی"۔

نظر آتے ہیں۔ انکی سخت ضرورت تھی اگر یہ نہ ہوتے۔ تو وہ تمام
نہریں جو پہاڑوں سے آتی ہیں۔ کہاں سے آتیں۔ اور گرمیوں
کے موسم میں قدرتی سردی کہیں ڈھونڈی نہ ملتی۔ وغیرہ وغیرہ
پہاڑ بغیر خدا کے نہیں بن سکتے تھے۔ کیونکہ ان کا بنانا انسانی
طاقت سے باہر ہے۔ اس لئے خدا کو انکے بنانے کی ضرورت
تھی۔ چونکہ چپاتی ایک معمولی انسان بنا سکتا ہے۔ اس لئے
خدا کو اس کے بنانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لہذا ضرورت
کے بغیر کوئی کام کرنا دانش مندوں کا شیوہ نہیں۔ اس لئے
خدا سے جو دانش کا منبع ہے۔ اس عدم ضرورت کام کی
خواہش کرنا دانا ؤں کا کام نہیں۔
فرض کرو۔ کہ ایک راجہ ہے۔ جو باورچی کے کام کو بخوبی جانتا
ہے۔ لیکن اس نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہوا ہے۔ کہ کھانا ہمیشہ
باورچی بنایا کریں۔ کیونکہ یہ کام میرے بغیر باورچی ہی کر سکتے ہیں۔ جو عام
دستیاب ہو سکتے ہیں۔ میں ہمیشہ ان کاموں کو کیا کرونگا

جو بغیر کسی اور سے نہیں ہو سکتے۔ اس حالت میں انکی رعیت میں سے کسی بے سمجھ کا اس کی بابت یہ رائے دینا۔ کہ مہم راجہ صاحب کو راج دھانی کے بڑے بڑے کام کرنے والا تب مانیگے جب وہ ہم کو آلو کی ترکاری یا مال پوا بنا کر دکھائیں گے۔ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ مدعی کا خدا سے چپاتی بنوانا۔

حکم ہمیشہ محکوم پر ہوا کرتا ہے۔ نہ کہ محکوم کا حاکم پر پس جبکہ ایک معمولی آدمی بحیثیت حاکم کسی محکوم کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا۔ بلکہ محکوم کا اس کی شان میں ایسا کہنا باعث کم فہمی کا ہوتا ہے۔ اور وہ محکوم بوجہ عامل ہونے خلاف قانون کے مستوجب سزا ہوتا ہے۔ تو مدعی جو دنیاوی حاکموں کی سی بھی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اُس حاکم مطلق کے حق میں جو تمام حاکموں کا حاکم ہے۔ یہ کہنا کیا معنے رکھتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۳۱ صفحہ ۱۲ "خدا دنیا کے بنانے میں آدھے کا حصہ دار ہے۔ اور آدھے کے حصہ دار عناصر ہیں"

جواب ۱۰ - ہم دیکھتے ہیں - کہ جب کوئی شخص کسی شخص کے پاس کوئی خوبصورت چیز یا زیور دیکھتا ہے - تو اکثر پوچھا کرتا ہے - کہ یہ چیز یا زیور کس کا بنا ہوا ہے - جس کا جواب ہمیشہ یہی ملا کرتا ہے - کہ فلاں زرگر یا کاریگر کا - کبھی کسی شخص سے یہ نہیں سنا - کہ اس زیور کا نصف حصہ تو سونے نے بنایا ہے - اور نصف فلاں زرگر نے یا یہ کہ زیور کی تیاری میں نصف حصہ کا حصہ دار سونا ہے - اور نصف کا زرگر - جس طرح سے زر زیورات کے بنانے میں حصہ دار نہیں - اور نہ ہی کہلاتا ہے - اسی طرح سے نہ مادہ دنیا کے بنانے میں نصف کا حصہ دار ہے - اور نہ ہی کہا جا سکتا ہے -

اعتراض نمبر ۱۱ (صفحہ ۱۳) "چار رشی جنکے نام اگنی وایو آدت اور انگرہ میں پیدا ہوئے - اور ایشور کا الہام ان پہ نازل ہوا - اور انہیں نے اپنی ضمیر قلبی کے ذریعے سے اس الہام کو مجموعہ صورت میں تیار کر کے یہ چاروں وید بنائے - سوامی جی کا یہ قول گو کوئی

نئی تحقیقات نہیں تھی۔ کیونکہ منوسمرتی کے پہلے ادھیائے میں منوجی نے تینوں ہی بیان کیا ہے۔ بلکہ منو اور سادھو دیانند کے بیان میں اس قدر اختلاف ہے۔ کہ منوجی تین وید بیان کرتے ہیں۔ اور سادھو صاحب چار۔

کہاں تک ہم مدعی کی کج فہمیوں اور کم سمجھوں کی فوٹو نذر ناظرین کرتے جائیں۔ اس کی تحریر ہی مجسم کم فہمی ہے۔ کوئی ورق ایسا نہیں الٹ جس پر اس کی علمی اور عقلی غلطی موجود نہ ہو۔ کوئی صفحہ ایسا نظر نہیں آتا جس پر اس نے دھوکا نہ کھایا ہو۔ چنانچہ یہ اعتراض کئی طرح سے باطل ہے۔

اول منوسمرتی کے پہلے ادھیائے میں یہ کہیں ذکر نہیں کہ اگنی وایو آدت اور انگرہ کو وید ول کا گیان ہوا۔

دوئم۔ بحوالہ منو مدعی کا سوامی دیانند کی تحقیقات کی تردید میں لفظ "ہی" سے زور دیتے ہوئے یہ لکھنا "کہ سوامی کا یہ قول رشیئے چاروں رشیوں کو چاروں ویدوں کا گیان ہونا کوئی نئی تحقیقات نہیں تھی۔

کیونکہ منو سمرتی کے پہلے ادھیائے میں منو نے تین ہی بیان کیا ہے"

اس بات کو ظاہر کر رہا ہے۔ کہ منو جی مہاراج چاروں ویدوں کا پرکاش چار رشیوں کے ذریعہ سے مانتے ہیں تو ہم نہیں جانتے کہ مدعی کی عقل نچلی سطر کو لکھتے وقت کیوں چکرا گئی کہ "منو تین وید بیان کرتے ہیں۔ اور سادھو صاحب چار" کیا لفظی کبھی اختلاف کو بھی ظاہر کیا کرتا ہے۔ اب جاننا ضرور ہے۔ کہ مدعی کے پہلے کہنے کو درست مانا جاوے۔ یا پچھلے کو اگر پہلے کو درست مانتے ہیں۔ کہ وید چار ہیں۔ تو یہ فقرہ غلط ہو جاتا ہے۔ کہ "منو جی تین وید مانتے ہیں۔ اور سادھو جی چار" اور اگر اسکو سچ مانتے ہیں تو مدعی کا یہ کہنا کہ سوامی جی کا چار وید بتلانا کوئی نئی تحقیقات نہیں۔ غلط ٹھیرتا ہے۔ غرضیکہ ہر حالت میں دونوں میں سے ایک کو ضرور غلط ماننا پڑ گیا۔

نیوٹن سے پہلے سیب زمین پر گرتے تھے۔ زمین میں کشش ثقل

موجود تھی۔ علاوہ ازیں تمام آریہ لوگ آکرشن سے واقف تھے۔
ان کی کتابوں میں یہ لفظ بامعنے موجود تھا۔ مگر ایک حصے کے لوگ
اس نیم سے ناواقف ہونے کے سبب اس کو اسی پوتر نیم کا محقق
قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح سے سوامی دیانند کا اگنی وایو آدتیہ اور انگرا
رشیوں کے دلوں میں ویدوں کا پرکاش ہونا بتلانا ایک نئی تحقیقات
تھی۔ جبکہ اہل ہنود اور سکھوں کی غلطی کی وجہ سے مسئلہ تثلیث از بام تھا۔
کہ وید برہما نے بنائے ہیں۔ جس کی پیدائش وشنو کی نابی کے کنول
پھول سے ہے۔ چنانچہ مدعی خود اس بات کا اقبال کرتا ہوا لکھتا
ہے۔ کہ سادھو صاحب کا مذکورہ بالا بیان اس واسطے اس وقت

نوٹ نمبر ا۔ چنانچہ گورو امرداس صاحب لکھتے ہیں۔
(ا) چار وید برہما کو دے پڑھ پڑھ کرے وچار تا کا حکم نہ بوجھی بڑا نرک سرگ اتاری
دیکھو آدگرنتھ محل ۳ اشٹپدیاں گھر ۲ شبد پہلا تک ۱۲ و ۱۳
(ب) گورو انگد صاحب لکھتے ہیں۔ "برہما بشن مہیش دیوا اوپایا۔ برہمے دتے بید پوجا لایا"
دیکھو آدگرنتھ محلہ ۲ ملار کی وار شلوک دوسرے کی پوڑی تک اول و دوئم"

میں لوگوں کو نیا معلوم ہوا - کہ اُن ایام میں پنجاب میں تعلیم کا اس
قدر چرچا نہیں تھا - جس قدر کہ آج کل ہے - بدیں وجہ سب لوگ
سوامی جی کے بیان کو ایک تازہ عجوبہ خیال کرگئے گویا تھے - کہ سوامی
کیسے عالم فاضل ہیں - کہ ویدوں کو چار رشیوں پر بطور الہام نازل
ہونا بتلاتے ہیں - اور آج تک سب لوگ غلطی سے وید انکو برہما
کی تصنیف بیان کرتے تھے ۱ پس جبکہ فریقین اور عام لوگ بغیر کسی
پس و پیش کے اس بات کو مانتے ہیں - کہ سوامی دیانند سے پہلے
لوگ ویدوں کو برہما کی تصنیف بتلاتے تھے - تو ایسے زمانہ میں
سوامی جی کا چار رشیوں کے ہردوں میں ویدوں کا پرکاش ہونا بتلانا
نئی بات نہیں تو کیا ہے -
چہارم ویدوں کی تعداد میں سوامی دیانند اور منوجی مہاراج کا اختلاف
بتلانا سراسر مدعی کا جھوٹ بولنا ہے - جبکہ منوسمرتی میں چاروں ویدوں
کو تسلیم کیا گیا ہے - جس حالت میں کہ سکھ گورو جو محض ویدوں
کے نام سے واقف تھے - ویدوں کو چار بتلاتے ہیں - تو منو

دیکھو نوٹ نمبر ا صفحہ آئندہ -

نوٹ نمبر ۱۰۱ ا) گورو امرداس لکھتے ہیں۔

9 "در سپت دیپ سپت ساگرا نوکھنڈ چار وید دس اشٹ پُرانا"

دیکھو آدگرنتھ محلہ ۳ سری راگ کی وار شلوک ۲ کی پوڑی تک اول و دوئم

(ب) نانک جی لکھتے ہیں۔

"چارو وید ہوئے سچیار۔ پڑھے گنے تس چار وچار۔ بھو بھگت نیچ سدا وسے نانک تو موکھنتر پاوے" دیکھو آدگرنتھ محلہ پہلا آسا کی وار شلوک ۱۳ انک ۹ سے ۱۲ انک

(ج) گورو ارجن صاحب لکھتے ہیں۔ "چتر بید اچرت دن رات اگم اگم ٹھاکر اگادھ"

دیکھو آدگرنتھ دیوگندھاری محلہ ۵ گھر ۲ شبد دوسرا انک ۵ و ۶

(د) نانک جی لکھتے ہیں۔

11 "شام وید رگ جُجر اتھروَن۔ برمے مکھ مایا ہے تریگن"

دیکھو آدگرنتھ راگ مارو محلہ پہلا شبد ۱۶ انک ۲۵ و ۲۶

(س) گورو ارجن صاحب لکھتے ہیں۔

10 "اونکار اُتپاتی۔ کیا دن سو سب راتی۔ دن ترن تربھون پانی۔ چار بید چار کھانی"

دیکھو آدگرنتھ راگ مارو محلہ ۵ گھر ۲ شبد پہلا تک اول دوئم۔

جیسے ویدونکے عالم اور فاضل رشی کی بابت مدعی کا اتنا بڑا اختلاف
بتلانا دیدہ ودانستہ پبلک کو مغالطہ میں ڈالنا ہے۔
دیکھو منوسمرتی سنسکرت معہ ترجمہ اردو مطبوعہ نول کشور پریس کانپور
بار اول مرتبہ سوامی دیال صاحب ادھیائے ۳ شلوک ۱۸۴
"جس کُل میں دس برس تک وید اور شاستر کا پڑھنا اور پڑھانا چلا
آتا ہے۔ اس کُل میں پیدا ہُوا اور چاروں ویدوں چھ انگ دیا کرن
وغیرہ کو پڑھ سکتا ہے۔ وہ برہمن پنگت کا پوتر کرنے والا ہے"
اعتراض نمبر چار صفحہ ۱۴ "بمثال اس کے جہاں درخت نہیں۔ وہاں
ارنڈ پردھان۔ علم سے بے بہرہ آدمیوں کو اپنی طرف رجوع کر لیا۔ اور
سب کے سب واہ واہ کی آواز سے یکسر تسلیم کرنے لگے۔ کہ درحقیقت
چاروں وید چار رشیوں پر بطور الہام نازل ہوئے"
جواب۔ بغیر کسی ثبوت کے تمہارا یہ کہنا سراسر غلط ہے۔ اور
بے بنیاد ہے۔ بفرض محال اگر ایک منٹ کے لئے ہم اس کو تسلیم بھی
کر لیں۔ تو بھی کوئی مفید نتیجہ بحق مدعی نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ

جیسے ارنڈ بوجہ عدم موجودگی اپنے سے بڑے اور اپنے برابر
اشجار کے پردھان گنتے ہوں۔ اسی طرح سے سوامی دیانند بوجہ
عدم موجودگی اپنے سے بڑے یا اپنے برابر علما اور فضلا کے عالم
یک تا کے روزگار تھے۔ علم سے بے بہرہ آدمیوں کو معتقد بنا کے بھولوں
پر صادق آتا ہے۔ جن کے گورو علم سے بے بہرہ۔ بلکہ قصاب
جٹ اور بھنگی اور بسرو کا بعض اثر اکثر پہنچا ہے ہیں۔
رشیوں پر ویدوں کا بطور الہام نازل ہونا آریہ لوگ نہیں
مانتے۔ کیونکہ نازل لفظ عربی ہے۔ جس کے معنے اترنے کے ہیں
کہیں مدعی نے کسی مولوی صاحب سے یہ بات قرآن کے بارہ میں
سن پائی ہوگی۔ "کہ قرآن نازل ہوا ہے" اگر ہم قدرے اس
لفظ پر غور کریں۔ تو فوراً سمجھ میں آجاویگا۔ کہ نازل ہمیشہ وہی چیز ہوا
کرتی ہے۔ جو نازل ہونے والی جگہ پر نہ ہو۔ اور نازل لفظ کے استعمال
سے یہ بھی ماننا پڑیگا۔ کہ نازل کرنے والا نازل ہونے والی چیز کے

نوٹ نمبر ا۔ سدنا قصائی[۱]۔ دھنا جٹ[۲]۔ بھیکھا۔ داس[۳]۔ گنگا بھنگی[۴] وغیرہ[۵]

جاتے تھے تمام پر موجود تھا۔ چونکہ ہم لوگ ایشور کو سرب بیاپک مانتے ہیں۔۔ اور وید ایشور کا گیان ہے۔ لہذا جہاں پر ایشور ہے۔ وہاں پر اس کا گیان ہے۔ چونکہ ایشور ہر ایک ذرہ میں بیاپک ہے۔ لہذا اس کا گیان بھی ساتھ ہے۔ کیونکہ موصوف بغیر صفت کے رہ نہیں سکتا۔ سکھوں کا خدا البتہ ایسا کہہ سکتا ہے۔ جو تبت کے ورے بیٹھا ہوا ہے۔ جس کو ملنے کے واسطے نانک صاحب تشریف لے گئے تھے۔

آریہ لوگ ویدوں کا نازل ہونا نہیں مانتے۔ بلکہ رشیوں کے ہردوں میں وید جو ایشور کا گیان ہے۔ اس کا پرکاش مانتے ہیں۔ اور یہ بات عقل اور نقل کے مطابق ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱۶ صفحہ ۱۸-۱۹-۲۰ "وید بکھری بانی یعنے بسلسلہ زبان تحریر ہیں۔۔۔ اور یہ عام قاعدہ ہے۔ کہ جس وقت کوئی بشر ہمیشہ سے بولے گا۔ تو وہ کلام ایک ایک حروف مل کر لفظ اور لفظ

نوٹ نمبر ۱۔ دیکھو اعتراض نمبر ایک کے جواب میں سکھوں کی گپ نمبر ۲

مل کر جملہ اور جملوں سے فقرہ بنکر پورا ہوگا۔ اور اسی کو زبان کہتے ہیں۔ قصہ کوتاہ اس بات کو ادنےٰ سے اعلےٰ تک تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حرفوں کے ملاپ سے لفظ اور لفظوں کے ملاپ جملہ اور جملوں کے ملاپ سے عبارت ہوتی ہے۔ اور اس عبارت کو انسان ترتیب میں لاکر کاغذ پر لکھ لیتے ہیں۔ وہی گرنتھ یا کتاب کہلاتی ہے۔ آمدم برسر مطلب اب جو ہم ویدوں کی طرف خیال دوڑاتے ہیں۔ تو انکو بیکھری زبان کی صورت میں درمیان حروف ہجی کے بکھرا ہوا پاتے ہیں۔ یعنی ویدوں کے کل منتر باون حروف کے ذریعہ بولے گئے ہیں۔ اور انہی باون حرفوں سے فقرہ اور منتر بن گئے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہوا۔ کہ وید پرا۔ پسنتی اور مدہما زبان نہیں ہیں۔ صرف بیکھری زبان ہیں ــ ۔ اب جائے غور ہے۔ کہ بیکھری زبان بلا حرف ادا نہیں ہوتی۔ اور حروف بلا ارگن یعنی لہجہ کی صورت آواز نہیں پکڑتے۔ اور لفظ فقرہ و عبارت بھی بلا حروف نہیں بنتے ہیں۔ چنانچہ عبارت وید بھی بقید حروف ہے۔ اور یہ لازمی ہے

کہ حروف سنسکرت کو آواز کی صورت میں لانے کے واسطے مقدار گن کی ضرورت ہے۔ یعنی بہت سارے حروف بذریعہ تالو اور علق یا دانت ہونٹھ اور سنگھ کی امداد سے آواز شکل پکڑتے ہیں۔ غرضیکہ ان حرفوں کی تقسیم بھی انہیں مقامات کے نام سے ہوگی۔

جب یہ بات فیصلہ پا چکی۔ کہ جملہ حروف اپنے تقسیم شدہ مقامات یعنی ارگن سے ہی ادا ہو سکتے ہیں۔ تو یہ بھی ضرور تسلیم کرنا پڑ گیا۔ کہ ویدوں کا منتر بنانے والا ضرور دانت ہونٹھ گلا رکھتا ہوگا۔ تو وہ ماسوائے آدمی کے اور کون ہو سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ وید تصنیف انسان ہیں۔ . . . اور جب خاصیت انسان جملہ شہوتوں سے مرکب ہوگا اور ماسوائے اس کے دنیا قابل فنا کی ضرب المثل میں آکر فنا ہو جانے سے اپنے ان اوصاف کو جو کہ لایموت۔ قائم بالذات وغیرہ سے موصوف ہے۔ کھو بیٹھے گا۔ غرضیکہ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ خدا ویدوں کو تصنیف کرتا ہوا اپنے آپ ہی کو نیست و نابود کریگا ؎

اعتراض کا اختصار۔ اعتراض مذکورہ بالا سے مدعی کی یہ مراد ہے۔

کہ کتب وید بکھری زبان میں ملتے ہیں۔ اور زبان یا بول بغیر تالو اور ہونٹھ وغیرہ کے ادا نہیں ہو سکتی۔ لہذا جسنے ویدونکو بنایا وہ تالو وغیرہ اعضا رکھتا ہوگا۔ وہ آدمی کے سوائے اور کون ہو سکتا ہے۔ خدا مجسم نہیں۔ لیکن ویدونکے الہام ماننے پر اس کو مجسم ماننا پڑ گیا۔ جس سے اسکی خدائی صفات میں فرق آویگا۔

جواب۔ جب ہم فیر لقین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ نراکار خدا نے دنیا کو بنایا ہے۔ یہ سوال دیگر ہے۔ کہ مادے سے یا اپنی شکتی سے۔ لیکن ہم میں سے کوئی بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ اس جہان کا بنانے والا نراکار خدا نہیں۔ تو حیرانی کی بات ہے۔ کہ جب خدا بغیر ہاتھ۔ پاؤں اور آنکھ وغیرہ اعضا کے اور بقول مدعی بغیر مادے کے اس عظیم الشان جہان کو بنا بنا سکتا ہے۔ لیکن تالو۔ ہونٹھ اور دانت وغیرہ اعضا کے بغیر ویدوں کا پرکاش رشیونکے ہردے میں نہیں کر سکتا۔

مہربان زبان تالو وغیرہ سادہو کے ذریعہ سے لفظ کا ادراک

کرنا انسان کا کام ہے۔ کیونکہ یہ بغیر سادھن کے کام نہیں کر سکتا
ایشور میں یہ بات نہیں۔ کیونکہ وہ سروشکتی مان ہے۔ جسکے معنی
طاقت غیر متناہی ہے۔ اپنے کام کو سر انجام دیتا ہے۔ ویدونکا
ظہور کسی کتاب کی صورت میں نہیں ہوا۔ اور نہ ہی وید کتاب کا
نام ہے۔ وید ایشور کے گیان کا نام ہے۔ جو آغاز آفرینش میں
چار رشیونکے ہردوں میں پرکاش مان ہوا تھا۔

چونکہ پرماتما محیط کل ہے۔ اس لئے رشیونکو وید ودیا کا اپدیش
کرنے کے لئے اس کو زبان ہونٹھ تالو اور گلے وغیرہ کی کچھ ضرورت
نہیں ہے۔ کیونکہ ان اعضا کی ضرورت اپنے سے جدا آدمی کو بات
سنانے کے لئے ہوا کرتی ہے۔ اپنے لئے نہیں۔ کیونکہ اکثر ہر ایک
انسان کے دل میں کوئی نہ کوئی بات آتی رہتی ہے۔ جو لفظوں سے
فقرے اور فقروں سے عبارت کی صورت پکڑی ہوئی ہوتی ہے۔
چونکہ پرماتما محیط کل ہونے کی وجہ سے ان رشیوں کے ہردوں میں
بھی موجود تھے۔ لہذا ویدوں کا پرکاش کرنے کے لئے انکو زبان

وغیرہ اعضا کی ضرورت نہ تھی۔

یہ بات قرین قیاس نہیں۔ کہ آواز صرف دانت ہونٹھ اور گلے ہی سے نکلا کرتی ہے۔ دیکھو آلہ فونوگراف انسان کی طرح باتیں کرتا ہے۔ سارنگی ہارمونیم سے طرح طرح کے راگ نکالے جاتے ہیں۔ ان میں زبان تالو۔ دانت۔ ہونٹھ اور گلا وغیرہ نہیں۔ اس لئے مدعی کا یہ دعوےٰ کہ ویدوں کی رچائیں۔ بغیر تالو اور ہونٹھ وغیرہ کے نہیں نکلی ہوئیں غلط ہے۔ جیسے سارنگی بجانے والا سارنگی سے جس راگ کو چاہے نکال سکتا ہے۔ سارنگی خود نہ تو کسی راگ کو اندر سے نکال سکتی ہے۔ اور نہ ہی وہ راگ سارنگی کے بنائے ہوئے کہلاتے ہیں۔ اسی طرح سے وید ونکی رچائیں۔ جن کا پرکاش رشیونکے ہردوں میں ہوا نہ تو ان رشیونکی بنائی ہوئی کہلا سکتی ہیں۔ اور نہ ہی ان میں یہ شکتی تھی۔ کہ وہ انکو تیار کر سکتے۔ جس طرح سے سارنگی بجانے والا راگوں کو سارنگی کے ذریعہ سے ظہور پذیر کرتا ہے اسی طرح سے پرماتما نے اپنی اننت شکتی سے وید روپی گیان رشیوں

کے ہردہ دوارہ پرکاش مان کیا۔ جیسے راگ باوجود سارنگی کی
تاروں سے نکلنے کے سارنگی کی بنائے ہوئے نہیں کہے جاسکتے
اسی طرح سے ویدرشیوں کے ذریعہ سے ملے ہوئے تصنیفات انسان نہیں
کہلا سکتے۔ لہذا جس طرح سے نراکار خدا کے دنیا بنانے کے مسئلہ کو
ماننے سے خدا کی قائم بالذات صفات وغیرہ میں ذرا بھی فرق
نہیں آتا۔ اسی طرح سے ویدروپی گیان کے پرکاش مان کرنے سے
خدا کی خدائی میں کوئی بھی تفرقہ واقع نہیں ہوسکتا۔

دنیا میں ہم یہ ایک قاعدہ دیکھتے ہیں۔ کہ جب کوئی نئی چیز ایجاد ہوتی
ہے۔ تو باوجودیکہ وہ چیز اپنی ساخت اور فعل میں درجہ تکمیل تک
پہنچی ہوئی ہے۔ مگر کوئی شخص اسسے کام نہیں لے سکتا۔ اس
چیز کو وہی شخص استعمال کر سکتا ہے۔ جسنے اس کو بنایا ہے یا جسنے
اسکی بابت کچھ علم سیکھا ہے۔ اسی لئے ہمیشہ ہر ایک چیز کا موجد
ایجاد کردہ چیز کو مستعمل کرنے کے لئے یا تو کسی کو اس کا پرکٹی کلی
علم سکھادیتا ہے۔ یا بذریعہ تحریر یا تقریر اس کے ان ممونکو

حل کر دیا کرتا ہے۔ جو اس کے استعمال میں مستعمل کے
لئے خارج ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک برف کی مشین ہے۔ جس
کا ہر ایک عضو جدا جدا پڑا ہے۔ اور یہ علم کسی کو نہیں۔ کہ یہ
برف کی مشین ہے۔ اس حالت میں کسی شخص کا اس مشین
سے برف تیار کرنا ناممکن ہے۔ لیکن جب اس مشین کی
بابت کوئی کتاب ایسی موجود ہو۔ جس میں اس کو جوڑنے
اور ایسے کام لینے کا تذکرہ ہو یا کوئی شخص اس مشین کے متعلقہ
کاموں سے واقفیت رکھتا ہو۔ تو اس مشین کو جوڑنا اور ایسے
کام لینا۔ کوئی چنداں دشوار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معمولی سے
معمولی کلوں وغیرہ کے لئے کتب ہدایات ملتی ہیں۔ تو پس جبکہ
ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کے سمجھنے کے لئے اس کے بنانے والے کاریگر
کی ہدایات درکار ہوتی ہیں۔ تو یہ قیاس میں نہیں آسکتا۔ کہ
اس لامحدود جگت کی رچنا کو سمجھنے کے لئے اس کے کاریگر
یعنے صانع کل پرماتما کی ہدائیتوں کی ضرورت نہ تھی۔ چونکہ ہر ایک

شخص جو اس پرماتما کو ماننے والا ہے۔ اس کو علیم کل کہتا ہے
اس لئے علیم کل ہونے کی وجہ سے اس پرماتمانے آغاز
آفرینش میں اس مہان جگت کی رچنا کو سمجھنے کے لئے ویدرو پی
علم کا بھنڈار دیا۔ لہذا وید تصنیف انسان نہیں۔ بلکہ ایشوری
گیان ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۷ (صفحہ ۲۸۰) "اب آپکے اس فرمان پر میرا یہ اعتراض
ہے۔ کہ اولاً سوامی جی نے یہ فرمایا تھا۔ کہ وید ایشوری زبان میں
نہیں۔ اور اب بیان کیا۔ کہ وید ایشور کا گیان یعنے علم ہیں۔
زبان اگنی۔ وایو۔ آدت اور انگرہ چار رشیوں کی ہے۔ اس
واسطے وید تصنیف انسان تو سوامی جی کے اپنے منہ سے ہی
ثابت ہو گئے"

جواب - تمہید میں اس امر پر کافی بحث کی جا چکی ہے
کہ سوامی دیانند اور دت سنگھ کے درمیان کوئی مباحثہ نہیں
ہوا۔ لہذا دت سنگھ کا یہ لکھنا کہ وید تصنیف انسان تو سوامی جی کے

کے اپنے منہ سے ہی ثابت ہو گئے" غلط ہے۔

ہم پچھلے اعتراض کے جواب میں کہہ چکے ہیں۔ کہ جس طرح سے سارنگی بجانے والا سارنگی سے راگوں کو نکالتا ہے۔

ویسے ہی راگ سارنگی سے نکلے جاتے ہیں۔ سارنگی ان میں کوئی کمی بیشی نہیں کر سکتی۔ اور نیز وہ راگ سارنگی کے بنائے ہوئے نہیں ہوتے۔ اس طرح سے ان چار رشیوں کے وید اوچارن کرنے سے وید ان رشیوں کی زبان نہیں بن سکتے۔

اعتراض نمبر ۱۸ (صفحہ ۲۶) "جبکہ ایشور اور اس کا علم مدامی ہے اور اس کے علم کے عکس کا پاکیزہ قلوب میں پڑنا۔ ایک قدرتی قاعدہ ہے۔ تو اس زمانہ کے دیگر انسانوں کے دلوں میں وہ عکس کیوں نہیں پڑا"

جواب - ایشور پھل پردا تا ہے۔ یعنے فعلوں کا ثمرہ دینے والا ہے۔ جیسے کرم انسان کرتا ہے۔ ویسا ہی وہ اسکو پھل دیتا ہے۔ چونکہ پچھلے جنم کے کرم صرف ان چار رشیوں کے ہی ایسے تھے۔ کہ ان

کو وید وں کا گیان دیا جاتا۔ لہذا یہ ایک معقول وجہ ہے۔ کہ ان ہی چار رشیوں کو ویدوں کا الہام ہؤا۔ چونکہ اس وقت کے دیگر انسانوں کے دل ایسے پاکیزہ نہ تھے۔ جو اس قابل ٹھہرتے۔ کہ ان میں ویدوں کا پرکاش کیا جاتا۔ اس لئے ازروے انصاف یہ ضروری تھا۔ کہ انہیں چار رشیوں کو ویدوں کا الہام ہووے۔ کیونکہ وہ اس بات کے مستحق تھے چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔''

اعتراض نمبر ۱۹ (صفحہ ۲۶) جبکہ خدا اور اس کا علم اب بھی موجود ہے تو بلا تعلیم آج کل ہر ایک آدمی وید کے منتر کیوں نہیں پڑھ لیتا؟

جواب۔ جیسے ہر ایک انسان کے اندر تلی اور تلی کی صفات موجود ہیں۔ لیکن سب کے سب آدمی اس امر سے واقف نہیں ہیں۔ اس عقدہ کو صرف وہی اشخاص جانتے ہیں۔ جو اس کے علم سے منور ہیں یا دیگر وہ شخص جان سکتے ہیں۔ جو اس کے جاننے کے لئے مناسب تجاویز عمل میں لاتے ہیں۔ اسی طرح سے ایشور اور ایشور کا گیان بوجہ سرب ویاپک ہونے کے ہر ایک منش کے اندر موجود ہے۔ لیکن جب

تک کوئی شخص اس کو نہیں جانتا۔ یا جاننے کے لئے بہتر وسائل بہم نہیں پونچاتا۔ اس کو پا نہیں سکتا۔
دیگر کسی چیز کو حاصل کرنے سے پیشتر اس کی صفات کو جاننا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ موصوف خاصیتوں سے ہی جانا جاتا ہے۔ اور خاصیتیں موصوف میں رہتی ہیں۔ اور بغیر ساد ھنوں کے جانی نہیں جا سکتیں۔ اور وہ سادھن یا تو تجربہ یا مشاہدہ یا خاص ہدایات کا جاننا ہوتا ہے۔ چونکہ تجربہ اور مشاہدہ اس حالت میں کیا جاتا ہے جس وقت اشیاء زیر تحقیق کی نسبت خاص ہدایات موجود نہ ہوں۔ لیکن جس حالت میں کسی امر کی نسبت مکمل قواعد موجود ہوں۔ تجربہ اور مشاہدہ نہیں کیا جاتا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ ہر ایک چیز کا حصول کوشش یا پرالبدھ پر منحصر ہے۔ اور پرالبدھ بغیر کوشش نہیں سکتی کیونکہ گذشتہ کوششوں کے نتیجہ کا نام پرالبدھ ہے۔ اس لئے ویدونکو جاننے کے لئے کوشش درکار ہے۔

اعتراض نمبر ۲۰ صفحہ ۱۲۷ "جبکہ اسوقت سے ہی لیکر بتدریج ایسے انسان

پیدا ہوتے آئے ہیں۔ جو کہ پاک طینت تھے۔ تو انکے دل میں خدا جاودانی
لازوال وغیرہ فانی کے علم کا عکس جو کہ وید ہے۔ کیوں ظاہر نہیں ہوا!!!
جواب:۔ ہم اس بات کو مانتے ہیں۔ کہ بیشک ہر ایک پوتر آتما
کے اندر پرماتما کا گیان وید پرکاش مان ہوتا ہے۔ لیکن جس طرح سے
بیٹے کی ہستی کو ماننے سے پیشتر اسکے باپ کے وجود کو قبول کرنا
لازمی ہوتا ہے۔ اسی طرح سے انسان ویدوں کو پڑھنے اور ان پر عمل
کرنیکے بغیر کوئی پوتر آتما نہیں ہو سکتا۔ لہذا نتیجہ صاف ہے۔ کہ جو شخص
وید نہیں جانتا وہ پوتر آتما نہیں ہے۔ اس لئے رشی کا یہ سوال بن
ہی نہیں سکتا۔ کہ جو لوگ پاکیزہ خیالات یعنے پوتر آتما ہیں
وہ بغیر پڑھنے کے ویدوں کے منتر کیوں نہیں بولنے لگتے۔ ایسے آدمیوں
کا ویدوں کے منتر بغیر سیکھے کے نہ بولنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ پاکیزہ قلب نہیں

اعتراض نمبر ۱۲ (صفحہ ۲۸) وید منجانب خدا نازل نہیں ہوئے بلکہ
چار انسانوں کی خود ساختہ زبان ہیں۔ اس واسطے میں ان چار ویدوں کو
مثل چار کتابوں کے خیال کرتا ہوں۔ جو کہ انسانوں نے تصنیف کیں جیسا کہ

فی زمانہ آج کل کی تصنیف پڑھکر لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ایسے ہی ان
چاروں ویدونکو لوگ پڑھتے ہیں۔ نہ وہ خدانے بنائے اور نہ کسیطرح ثابت
ہی ہوتا ہے۔ کہ خدانے ویدونکے منتر جو کہ نظم کی طرز پر لکھے ہیں تصنیف
کرنیکی تکلیف اٹھائی ہو۔ لہذا یہ سب حضرت انسان ہی کی کرتوت ہے

جواب - اوپر اس بات کی مشرح تردید ہوچکی ہے۔ کہ ویدوکرت گیان
منجانب خدا ہے۔ انسان میں یہ طاقت نہ تھی۔ کہ وہ ویدونکو تیار کر سکتا
کیونکہ ہر ایک بات کا علم گذشتہ واقعات کے حافظہ سے ہوتا ہے۔
مثلاً وہی شخص آگ کو ہاتھ لگانے سے ڈریگا۔ جو پہلے آگ سے نقصان
اٹھا چکا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ننھے ننھے بچے جلتے ہوئے آگ کے کوئلہ کو پکڑنے
کے لئے ہاتھ پسار دیا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس بات سے ناآشنا ہوتے
ہیں۔ کہ آگ ہاتھ جلا دیا کرتی ہے۔ نتیجہ اس اختصار کلام کا یہ ہے۔
کہ جس طرح سے کوئی آدمی بغیر لڑکے کے باپ نہیں بن سکتا اور کوئی
لڑکا بغیر باپ کے لڑکا نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح سے علم بغیر سنسکار
کے نہیں ہو سکتا اور سنسکار بغیر علم کے پیدا نہیں ہو سکتے۔ تو پس آغاز

آفرینش میں جبکہ کسی قسم کا علم ان آدمیونکو نہ تھا۔ اور سنسکار بغیر علم کے ہو نہیں سکتے۔ تو وید جو سب ست ودیاؤنکا بھنڈار ہیں۔ وہ ان رشیوں سے کیونکر تیار ہو سکتے تھے۔

وید دوسری کتابوں کی طرح نہیں ہیں۔ کیونکہ تمام کتابوں میں سچ اور جھوٹھ ہر دو طرح کی باتیں ہیں۔ اور جن کتابوں میں صرف سچ ہی ہے وہ ویدوں سے نقل کی ہوئی ہیں۔ کیونکہ وید مخزن العلوم اور سب سے پرانے ہیں۔ چونکہ نقل اصل کے برابر کھڑی نہیں ہو سکتی۔ لہذا دنیا بھر کی تمام کتابوں کا علم وید ودیا یعنے ایشوری گیان کا ہمپلہ نہیں رہ سکتی۔

اب چند ایک ثبوت ویدوں کے منجانب خدا ہونے کی بابت مندرجہ ذیل کئے جاتے ہیں۔

(۱) از آدگرنتھ آسا محلہ ۳۔ اشٹ پدیاں گھر ۲۔ شبد پہلا تک ۱۲ تا ۱۳

ہ چار وید برھما کو دئے پڑھ پڑھ کرے وچار۔ تاکا حکم نہ بوجھئی نرک سورگ اوتار ۱

(۲) آدگرنتھ۔ راگ آسا۔ محلہ پہلا پٹی لکھی شبد پہلا۔

"پچھے چارے وید جن سا جے چارے۔ کھانی چار جگاں۔"

(۳) آدگرنتھ۔ راگ سوہنی محلہ چوتھا۔ چھند دگھر پہلا شبد ۲ تک ۲
"ہر پہلڑی لانو پرورتی کرم درڑایا بلرام جی۔ بانی برہما وید دھرم درڑہ۔ پاپ تجایا بلرام جی ۱۱۔" وغیرہ وغیرہ۔

(۴) آدگرنتھ شروع رام کلی محلہ پہلا گھر پہلا۔ چوپدے شبد ۱۰ انک ۱۱-۱۲۔ "سب ناد بید گوربانی من راتا سارنگ پانی۔"

(۵) آدگرنتھ محلہ ۲۔ ملار کی وار شلوک دوسرے کا کوڑی ۲۶ انک ۱-۲
"برہما بشن مہیش دیو اپایا۔ برہمے دتے بید پوجا لایا۔"

(۶) ویشیشک درشن ادھیاء اول سوتر ۳

तद्वचनादाम्नायस्य प्रामाण्यम् ॥

ترجمہ۔ "وید ایشور وکت ہیں ان میں سچے علم اور سچے دھرم کا بیان ہے اس لئے چاروں وید ابدی مانے جانے چاہیئے۔"

نوٹ نمبر ۱۔ وید گوربانی یعنے ایشوری بانی ہے۔ کیونکہ گرنتھ صاحب کی اصطلاح میں گورو یعنے ایشور ہے جیسا کہ ذیل کے شبدوں سے ظاہر ہے۔ (شبدوں کے لئے دیکھو آئندہ صفحہ)

(الف) "گوروداتا سمرتھ گورگور سب میں رہسا ئے۔ گورپرمیشور پاربرہم گورڈبڈا کے ترائے"۔ آدگرنتھ سری راگ محلہ ۵۔ گھر پہلا۔ شبد ۱۹ تک ۱-۱۰

(ب) گورپرمیشور پوجیے من۔تن لائے پیار۔ ست گورداتا جیا کا سبسے دیسے ادھار"۔ آدگرنتھ سری راگ محلہ ۵ گھر پہلا شبد ۲۰ تک ۱-۲

(ج) "جپ تپ سنجم کرم نہ جانا نام جپے پربھ تیرا گور پرمیشور نانک بھٹیو سلچے شبد نبیڑا"۔ آدگرنتھ رام کلی محلہ پہلا گھر پہلا چوپدی تک ۷-۱ شبد ۱

(د) آدانت دایکے اوتارا۔ سوئی گورو سمجھیو ہارا"۔ استری چرتر دسم گرنتھ چرتر ۴۰۴ اور رہراس چوپی ۹-

(ھ) نیاء شاستر۔ ادھیا ۲۔ پاد پہلا سوتر ۶۷

मंत्रायुर्वेद प्रामाण्य व च त प्रामाण्य माप्त प्रामाण्यात् ॥

اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن (چاروں) غیرفانی اور ایشور وکت ویدوں کا پرمان سب انسانوں کو قبول کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آیت

لوگ یعنے دھرم آتما کپٹ چھل وغیرہ برائیوں سے بری مہرجیم
سچائی کا وعظ کرنے والے عالم۔ فاضل۔ رشی بڑے بڑے یوگی سب برہما
سے لیکر آجتک ویدوں کا پرمان اسطرح قبول کرتے آئے ہیں۔ جسطرح کہ
منتر اور آیوروید (کتب طبابت) کا پرمان مانا جاتا ہے۔ جسطرح پر کہ سچے
پدارتھ ودیا (یعنے سائنس) کے ظاہر کرنے والے منتروں یعنے وچاروں کی
سچائی کی وجہ سے پرمان مانا جاتا ہے جسطرح پر کہ آیوروید کی ایک مقام پر
لکھی ہوئی دوائی کے استعمال سے بیمار کو صحت ہوتی ہوئی دیکھ
کر اس کے علاوہ دوسرے حصوں کا اسیطرح پرمان مانا جاتا
ہے اسیطرح پر وید کے ایک مقام پر لکھے ہوئے مطلب کی سچائی
معلوم ہونے پر دوسرے حصوں کا بھی پرمان ماننا چاہیئے۔ اس
سوتر کی تفسیر لکھتے ہوئے واتسیاین منی نے بھی یہی مانا ہے (وے
فرماتے ہیں) کہ جو آپت لوگ ہیں وے ویدوں کے معنی کو دیکھنے دکھانے
اور جتانے والے ہیں۔ جو جو اُن منتر کے ارتھ کے دیکھنے اور بیان
کرنے والے ہوتے ہیں وے ہی آیوروید (کتب حکمت) وغیرہ

کے بنانے والے ہیں جیسے کہ ان کا قول آیوروید میں سچا ہے۔ ویسے ویدوں کے ابدی ماننے کا جو اُن کا عمل ہے وہ بھی سچا ہی ماننا چاہئے۔ کیونکہ جیسے آپت لوگوں کے قول کا پرمان ضرور ہوتا ہے ویسے ہی سب آپت لوگوں کا بھی جو پرم آپت سب کا گورو پرمیشور ہے۔ اس کے بنائے ہوئے ویدوں کے ابدی ہونے کا پرمان ضرور ہی کرنا چاہئے۔

(۸) مہرشی پتنجلی جی یوگ شاستر کے ادھیاء اوّل پاد اوّل سوتر ۲۶ میں فرماتے ہیں۔

सएष पूर्वेषामपि गुरुः कालेनानवच्छेदात्॥

جو کہ قدیم اگنی۔ وایو۔ آدتیہ۔ انگرہ اور برہما وغیرہ ذات اعلیٰ انسان آغاز آفرینش میں پیدا ہوئے تھے۔ اُن سے لے کر ہم لوگوں تک اور ہم سے بھی آئندہ جو ہونے والے ہیں اُن سب کا گورو (اُستاد) پرمیشور ہی ہے۔ کیونکہ وید کے ذریعہ سے سچے

سچے مطلب کو ظاہر کرنے کی وجہ سے پرمیشور کا نام گورو ہے
وہ پرمیشور ابدی ہے کیونکہ اس تک زمانہ کی رفتار کی پہونچ
نہیں ہے اور وہ جہالت وغیرہ دُکھوں اور پاپ کرموں نیز اُنکی
خواہشوں کی تکمیل سے علیحدہ ہے جس میں بحیثیت علیم ہمیشہ ایک
رس بنا رہتا ہے۔ اس کے بنائے ہوئے ویدوں کی سچائی
اور ابدیت کا بھی انسانوں کو یقین رکھنا چاہیئے۔

(۹) کپل مُنی اپنے بنائے ہوئے سانکھیا شاستر کے پانچویں ادھیا
کے سوتر ۵۱ میں لکھتے ہیں کہ

निजशक्त्यभिव्यक्तेः स्वतः प्रामाण्यम्॥

قدرتی جو علم حق کا اصول ہے اُس سے ظاہر ہونے کی وجہ سے ویدوں
کی ابدیت اور ازلیت انسانوں کو قبول کرنا چاہیئے۔ (۱۰) کرشن دویپائن جی (ویاس جی)

نوٹ نمبر۱۔ دت سنگھ ویاس جی کی علمیت کو بحر خم تسلیم کرتا ہوا لکھتا ہے
کہ بیاس جی نے اپنی عمر میں جو کام کیا ہے۔ وہ بتلا رہا ہے۔ کہ اُنکے ہمپایہ کوئی

صنف ویدانت شاستر - شاستر ہذا کے ادھیا ۱ اول پاد اول سوتر ۳
ویدوں کی بابت حسب ذیل فرماتے ہیں۔

शास्त्र योनि त्वात॥

اس سوتر کے معنے بتلاتے ہوئے شنکر آچاریہ جی اپنے ویاکھیان میں
فرماتے ہیں۔ کہ رگوید وغیرہ جو شاستر ہیں۔ وے بے شمار علوم کے مخزن
ہیں۔ اور سورج کی طرح سب سچے مطالب پر روشنی ڈالنے والے ہیں۔ ان
کا بنانے والا علیم کل برہم (ایشور) ہے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے۔ کہ
سروان پرمیشور کے بغیر کوئی دوسرا ہمہ دانی کے وصف سے موصوف
رگوید وغیرہ سے اوصاف رکھنے والے شاستروں کو بنا سکے۔ البتہ ویدوں کی

حاشیہ نوٹ نمبر ا صفحہ ۱۵۸ - دوسرا پنڈت تھا اس زمانہ نہیں ہوا اس
مدعی کی تحریر پر لٹو ہو ہوئے انکا ثبوت دیجئے کہ ویدانت درشن کا وید کو الہامی ثابت کرنے کی بابت
نوٹ نمبر ا صفحہ ہذا - یہ ثبوت مدعی کی تحریر کے رد کرنے میں اعلےٰ ترین ہے

حاشیہ: ہم ... اس ...

تشریح یا تفصیل کے لیئے انسانوں سے کتب کا تصنیف ہونا ممکن ہے۔
جیسا کہ پانٹرینی وغیرہ نے ویاکرن وغیرہ کتب تصنیف کر کے
ایک ایک حصہ علم کو ظاہر کیا سو بھی

بقایا نوٹ نمبر ا صفحہ ۱۵۹۔ کیونکہ وہ نوین ویدانتی ہونیکی وجہ سے
سوامی شنکر آچاریہ کے نقش قدم پر چلنے والا تھا۔ جیسا کہ وہ خود
رسالہ زیر جواب کے صفحہ ۵ پر ویدانتی ہونے کا فخر بیان کرتا
ہوا۔ لکھتا ہے۔ کہ "میں نے آٹھ نو سال کی عمر میں
ہی والدین سے جدا ہو کر یہ کام اختیار کیا۔ کہ جس گاؤں
گاؤں میں جاتا۔ وہاں کے رہنے والوں کو ہر بہی مانی لیجئے
گورپوجا بھیروں دیوی وغیرہ کی پوجا سے ہٹا کر ویدانت مت
پر لاتا"۔ چونکہ سوامی شنکر آچاریہ ویدونکو ایشور وکت ماننے والے
ہیں۔ لہذا مدعی جو شنکر کا مت اپنویائی ہے۔ ویدونکے ازلی و
ابدی ہونے پر اعتراض کرنے میں سخت غلطی پر ہے۔

ایشور کے گیان کے سہارے سے ہی بنا سکتے ہیں۔ اس بات
نتیجہ نکلا کہ عالم کُل پرماتما کے بنائے ہوئے وید بھی انادی اور
علوم کے مخزن ہونے چاہئیں۔

अतएवचनित्यत्वम

سوتر ۲۶

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ سب انسانوں کو ایسا ماننا چاہیئے۔ کہ
ایشور کے بنائے ہوئے اور ابدی صفت رکھنے والے وید ۔ ایک ۔ تت
ہیں بلا شبہ سوتہ پرمان (یعنے اپنے لئے خود ثبوت) جملہ علوم کا خزانہ اور
ابدی ہیں۔ وید کے ثبوت کے لئے کسی دیگر پرمان کی ضرورت نہیں
ہے۔ بلکہ (دوسری انسانی تصانیف کو) محض شہادت کی طرح جاننا
چاہیئے۔ کیونکہ وید سورج کی طرح سوتہ پرمان ہیں۔ جس طرح کہ سورج
خود روشن ہے۔ اور جہان کے بڑے سے لیکر چھوٹے تک پہاڑ وغیرہ
سے لیکر ذرہ تک سب چیزوں کو روشن کرتا ہے۔ اسی طرح جاننا
چاہیئے۔ کہ وید خود بھی روشن ہوتے ہوئے۔ جملہ علوم کو روشن
کرنے والے ہیں+

(۱۱) مہرشی منو فرماتے ہیں۔ دیکھو منو سمرتی ترجمہ اُردو مطبوعہ نولکشور پریس کانپور بار اول مرتبہ لالہ سوامی دیال صاحب ادھیائے ۱ شلوک ۱۰۴

अग्नि वायु रविभ्यस्तु त्रयं ब्रह्म सना
तनम् दुदोह यज्ञसि दध्यर्थ मृग्यजुः
साम लक्षणम्॥

ترجمہ "جس کل میں دس برس تک وید اور شاستر کا پڑھنا پڑھانا چلا آتا ہے۔ اس کل میں پیدا ہوا ہوا اور چاروں ویدوں کے چھ انگ ویاکرن وغیرہ کو پڑھ سکتا ہے۔ وہ برہمن پنگت کا پوتر کرنے والا ہے"

(۱۲) وید خود اپنے ایشورکت ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ دیکھو یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۸

ہ مہرشی منو کے بارہ میں مدعی کا حسب ذیل خیال تھا۔ دیکھو میرا اور سوامی دیانند جی کا مباحثہ صفحہ ۳ "مذہب اہل ہنود کا قانون بنانے والا منو جی لقبیا اور اگر ... وغیرہ کہ جنہوں نے دھرم شاستر بنایا ہے جن کی تصانیف کو آج تک کسی دیگر پنڈت نے اپنی علمی لیاقت سے ٹھیک نہیں دکھلایا ہے۔" افسوس مدعی ٹھیک دکھلاتا ہے کیونکہ وہ پنڈت نہیں ہے

सपर्यगाच्छुक्रमकायमव्रणमस्नाविरं
शुद्धमपापविद्धम् कविर्मनीषी परिभूः स्व
यंभूर्याथातथ्यतोऽर्थान् व्यदधाच्छाश्व-
तीभ्यः समाभ्यः ॥

اِس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو پہلے بیان کیا ہوا حاضر
ناظر ایشور ہے۔ وہ سب جگہ موجود ہے۔ ایک ذرّہ بھی اُس
کی موجودگی سے خالی نہیں ہے۔ وہ برہمہ سارے جہان
کے بنانے کے لئے بیج کی طرح بے حد طاقت رکھتا ہے۔ وہ
ستھول۔ سوکھشم اور کارن تینوں اقسام کے جسموں کے تعلّق
سے بری ہے۔ اُس میں ایک ذرہ بھی چھید نہیں کرسکتا
اِس لئے اِس میں چھید وغیرہ نہیں ہو سکتا وہ۔
ناڑیوں کے تعلق سے بری ہے۔ اور اِس لئے اُن کی
قید سے آزاد ہے۔ وہ پاک یعنے جہالت وغیرہ برائیوں

سے ہمیشہ علیحدہ رہتا ہے۔ وہ پاپ کرنے والا یا پاپ سے
تعلق رکھنے والا کبھی نہیں ہوتا۔ جو سب کا جاننے والا اور
سب کے دلوں کی باتوں کا بھی جاننے والا ہے۔ جس کا
درجہ سب سے اعلیٰ ہے۔ جو کہ علت فاعلی علت مادی اور
علت معمولی تینوں علتوں سے بری ہے۔ وہی سب کا پتا
ہے۔ اس کا کوئی بھی پیدا کرنے والا نہیں۔ جو کہ اپنی
ہی طاقت سے ہمیشہ قایم ہے۔ ایسے ست چت
انند سوروپ پرماتما نے آغاز آفرینش میں اپنی مخلوق
ور اُن کی بہتری کے لئے سچے علم کا اپدیش دیا ہے۔
جو کہ اس کی طاقت میں ہمیشہ سے قایم ہے۔ اسی طرح
پرمیشور جب خلقت کو بناتا ہے۔ تب تب مخلوق کی بہتری
کے لئے سرشٹی کے شروع میں جملہ علوم کے مجموعہ ویدوں
کا بھی اپدیش کرتا ہے۔ اس لئے ویدوں کو کبھی بھی فانی نہیں
ماننا چاہیئے۔ کیونکہ پرماتما کا علم ہمیشہ ایک اس رہتا ہے۔

(۱۳۳) ایسا ہی شت پتھ برہمن کانڈ ۱۱ گوپتھ براہمن پرتم پرپاٹھک کے برہمن ۲۹ اور منڈک اُپ نشد ادھار یادا تو واکی ۱ ۰ غیرہ میں بھی ویدوں کے ایشور کرت ہونے کا ذکر ہے۔

ویدوں کی نسبت یورپ محقق کی رائیں

(۱۳۴) پروفیسر جیکولیٹ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ میرے دل میں بلا کسی اضافت نسبتی کے اِن مقدّس کتابوں کی عظمت نے گھر کیا ہوا ہے۔ جن کو وید کہتے ہیں۔ جو کہ خدا کی ایسی یاد دلاتے ہیں۔ جو کہ تمام اِن مذہبوں سے دیگر اہل کتاب لگاتے ہیں منزّا اور مبرّا ہے۔ ویدک الہام جو کہ دعویٰ کرتا ہے۔ کہ آہستہ اور بتدریج دنیا کی اُبھتی ہوئی فقط ہی ایک دنیا کے تمام الہاموں سے زبانی الہام ہے۔ بن سکے۔ مضامین کامل طور پر زمانہ حال کے علم سائنس سے موافقت رکھتے ہیں۔ دیکھو اسٹیٹسمین کلکتہ جلد ۴ مورخہ ۱۲ اپریل ۱۸۸۸ء

(۱۵) مسٹر ولیم گیو صاحب اڈیٹر پاتھ اپنی ایک چٹھی میں جو مورخہ ۲۲۔ اگست ۱۸۹۴ء کو اخبار امرتا بازار پتریکا کلکتہ میں شائع ہوئی تھی لکھتے ہیں۔ " نہ میں کرسچن ہوں نہ کسی مذہبی سوسائٹی کا ممبر ہوں چونکہ میں اس جسم میں انڈیا کے باہر پیدا ہوا ہوں۔ آپ کے موجودہ قانون کے مطابق برہمن نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر میں کوئی ہوں۔ تو ویدوں کے معتقدوں کا پیرو ہوں۔ مجھ کو آریوں کے فلسفے اور مذہبی لٹریچر سے خاص شوق ہے۔ اور اس کی دنائیں اور روحانیت سے کمال ہمدردی ہے۔ میں نے ہمیشہ اور خاص کر ان سات سال میں کوشش کی ہے۔ کہ آرین لٹریچر کے بیش بہا خزانے مغربی دنیا کے طالب علموں کے سامنے رکھکر ان کی توجہ اس طرف مبذول کراؤں"۔

اعتراض نمبر ۲۲ (صفحہ ۳۰) "میں نے عرض کی کہ حضرت پیدائش عالم اور تصانیف وید کے متعلق تو میری آپ سے بحث ہو چکی اب سوال نجات پر میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں

سوامی جی دودھ کا چھلا چھاچھ پھونک کر پینے کی مثال ذرہ جھیپ کے
بولے کہ آپ دریافت فرما سکتے ہیں۔ مگر میں بحث نہیں کرونگا۔

جواب یہ قیاس میں نہیں آتا۔ کہ واقعی سوامی جی نے ایسا کہا ہو
کہ آپ دریافت فرما سکتے ہیں مگر میں بحث نہیں کرونگا کیونکہ اول ہم
اس امر کو بخوبی ثابت کر آئے ہیں کہ مدعی سے سوامی جی کی کوئی بحث
نہیں ہوئی۔ دیگر اس کے ایسا لکھنے میں ہمارے خیال میں کوئی بھی
ذی شعور آدمی جو آپ کی لیاقت سے آگاہ ہو یہ کبھی نہیں کہہ سکیگا
کہ سوامی دیانند سرسوتی جیسے پر دماغ اور نابغ آدمی نے جس کے اندر
منطق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ دنیا بھر کے عالم جس کے برہان
قاطع سے سرگرداں تھے۔ بنارس اور دکن کے پنڈت جس کے
سامنے آنے سے تھراتے تھے جس کی لیاقت اور علمیت مسلمہ ہے جس
کے ثبوت میں ہم اعتراض نمبر اول کے جواب میں ایک طویل فہرست
عالمان زمان کی درج کر چکے ہیں۔ انہوں نے دت سنگھ جیسے گیان
سے گیان سے ڈر کر بحث سے گریز کیا ہو البتہ اگر کوئی آپ سا

یعنی ایسا کہ دے یا لکھدے تو کوئی چنداں افسوس نہیں کیونکہ وہ محض اس بات سے نادان ہے*

بحث کیلئے اگر ہم اس بات کو مان بھی لیں۔ تاہم بھی یہ فقرہ آپکے حق میں کوئی باعث عزت اور فخر نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ بموجب آپ کی تحریر کے جب سوامی دو دفعہ کے مباحثہ سے آپ کو دیکھ چکے تھے کہ آپ کی عقل ان کے معقول دلائل سمجھنے کیلئے عاجز ہے۔ تو بخوف سر دردی اگر ایسا کہ بھی دیا ہو تو بجا ہے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے۔ کہ اندھوں کے آگے رونا نور بصارت کو کھوتا ہے*

اعتراض نمبر ۲۳ (صفحہ ۱۳۱) "روح کس شے کو کہتے ہیں۔ اور کیا قالب انسانی سے ہی روح کی علیحدگی کا نام نجات ہے۔ اگر آپ کا عقیدہ یہی ہے تو چارواک مت اور آپکے مذہب میں کیا تفاوت ہے۔ کیونکہ چارواک والے بھی تو اسی کے قائل ہیں۔ کہ موت ہی کا نام نجات ہے"*

جواب سکھ دکھ۔ اچھا۔ دویش۔ پریتن۔ اور گیان جس میں یہ چھ صفات ہیں وہ روح ہے۔ یا یہ کہو کہ روح اس چیتن لطیف شے کو کہتے ہیں۔ جو جملہ

محسوسات سے محسوس نہیں ہو سکتی - اور جملہ حرکات بدنی کا جسپر انحصار ہے چونکہ مادے کے اجزا کامل عینن کے فائدہ کے واسطے ہوتا ہے - اپنے فائدہ کے واسطے ہرگز نہیں - اس دلیل سے ہم چلیش جیوآتما کا الزمان کرتے ہیں کیونکہ من وغیرہ جو پرکرتی یعنے مادے کے معلول ہیں - وہ جڑ ہیں روح ان سے فائدہ اٹھاتا ہے - وہ اپنے لئے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جتنے بھر اجسام مادے کے بنے ہوئے نظر آتے ہیں - مثلاً لوٹا روٹی کپڑا وغیرہ ان سے مادہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا - صرف روح ہی کو فائدہ پہنچتا ہے - کیونکہ روح استعمال کرنے والا ہے اور وہ مستعمل ہونے والے ہیں ۔

خالصہ دھرم روح کی ہستی سے انکار نہیں کرسکتا کیونکہ گرنتھ صاحب وغیرہ کتابوں میں روح کی قبولیت پر موجود ہیں - علاوہ بریں مسئلہ تناسخ آدگرنتھ میں کثرت سے دیکھا جاتا ہے - اور تناسخ اور روح دو ایسے لازم ملزوم الفاظ ہیں جیسے باپ اور بیٹا یا آگ اور دھواں جس طرح سے بیٹے کا وجود قایم نہیں رہ سکتا

جب تک کہ باپ کی ہستی کو تسلیم کر لیا جاوے۔ دہواں ہو نہیں سکتا
جب تک آگ نہ ہو۔ اسی طرح سے تناسخ ٹھہر نہیں سکتا جب تک
کہ اول روح کو قبول نہ کیا جاوے۔ روح کی ہستی سے انکار کر تناسخ
کو ماننا ایسا ہی ہے۔ جیسا مخنث کو مانکر اس کے لڑکے کی شادی
میں شریک ہونا۔

مدعی اگلے اعتراض میں خود بیان کرتا ہے۔ کہ (دیکھو صفحہ ۱۳۱) کہ
"چارواک مت والے منکو از خدا ہونے کی صورت میں موت کو نجات
بتلاتے ہیں"۔ یہ عبارت اس بات کو ظاہر کر رہی ہے۔ کہ وہ لوگ خدا کو
ماننے کی صورت میں موت کو نجات نہیں بتلاتے لیکن چونکہ صفحہ ۱۳۳ پر مدعی
خود بیان کرتا ہے۔ کہ چارواک مت والوں کا یہ بھی خیال ہے۔ کہ روح دیہ

سردار راجندر سنگھ صاحب اڈیٹر خالصہ اخبار لاہور نے
مرزا غلام احمد قادیانی کے رسالہ سچن کا جواب موسومہ "خبط قادیان
کا علاج" لکھتے ہوئے مسٹر ایم مکالف صاحب سے ایک خط میں
نانک صاحب کے عقائد کی بابت دریافت کیا تھا۔ جس کا جواب

مسٹر مکالف صاحب نے علاوہ دیگر باتوں کے یہ بھی دیا تھا کہ (۱) "انہوں نے
(نانک صاحب نے) ہندؤں کے کرم آواگون اور خدا کی خلقت میں
ہستی کے مسلوں کو پوری طرح سے قبول کیا" (دیکھو خبط قادیان کا علاج
صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ گورو گوبند سنگھ پریس لاہور انارکلی ۱۸۹۷ء) سکھوں کی مذہبی
کتابوں کے فاعل ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمنپ صاحب انگریزی ترجمہ آدگرنتھ
کے شروع میں "سکھوں کے مذہبی خاکہ کے اندر صفحہ ۱۰۱ پر لکھتے ہیں
مانا گیا ہے ۔ کہ ہر ایک روح چوراسی لاکھ جونی میں جانے کے بعد انسانی
قالب کو پاتا ہے" وغیرہ وغیرہ۔

مسئلہ تناسخ کے ثبوت میں گرنتھ کے شبد

نمبر ۱ "استھاور جنگم کیٹ پتنگا ۔ انک جنم کینے بہو رنگا" ادگرنتھ راگ گوڑی
کبیر کی چوپدے شبد ۱۴ انک پہلی دوسری
نمبر ۲ "انک جون بھرم بھرم بھرم ہارے ۔ ادٹ گہی اب سادہ سنگا رے
آدہ گرنتھ راگ سوہی محلہ ۵ گھر ۳ شبدے ۷ تک ۵ و ۶

---

(۱) مسٹر مکالف نے آدگرنتھ کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے ۔ اور سکھ لوگ اس کو
گوروں کا بڑا بھگت خیال کرتے ہیں۔

نمبر۳ "لکھ چوراسی آپ اپائے ۔ بالمن جنم گیہ بھگتی درڑائے" آدگرنتھ سو ٹھے محلہ ۳ شبد ۱۶ پد ۱۱ تک اول و دوئم +

نمبر ۴ "جم جم مرے ۔ مرے پھر جمے وغیرہ" آدگرنتھ بار و محلہ ۵ گو شبد دوسرا تک ۱۳۔

نمبر ۵ ہرکا سمرن چھاڑ کے اہو تی راکھے نار گدہی ہو کے اترے بھار چار" آدگرنتھ شلوک کبیر شلوک ۱۰۸ +

نمبر ۶ ترگد جون اچیت سمبھوں پاپ اسو چ مانو کھا تار درلبھ تہی سنگ آدگرنتھ آسا بانی روداس جی کی شبد پہلا تک ۵ و ۶

نمبر ۷ لکھ چوراسی جیا جون میں بھرمت نند و بہو تھا کو رہے" آدہ گرنتھ لوڑی کبیر جی شبد ۱۹ تک آدلی

نمبر ۸ ابیت سو ہ بھیر جون پالی ۔ مو ہے لاگا جسم لوری جانی" آدگرنتھ آسا محلہ پہلا پنچپدے گھر ۲ شبد ۳۲ تک ۱۰۹

نمبر ۹ "پورب جنم کے لکھیہ نہ مٹے جنمے مرے کا کو دیں" دکھن آدگرنتھ راگ گوڑی +

ون مجھی بچھاتھی جم جال - بن گودر تے مکت نہ بھال پھر پھیر آدے
ئے - ایک رنگ پچے رہے لولاے"۔ آدگرنتھ دکھنی اونکار انگ
گے تک ۵ و ۶ و ۷ و ۸ ۔

کے اندر راج ابھمان - سو نرک پاتے ہوے سوان - جو جانے میں
ن - سو ہووے وشٹا کا جنت - آپس کو کرم ونت کہاوے جنم مرن
ہرادے" آدگرنتھ سکھ منی اشٹپدی ۱۲ انک ۱ و ۲ و ۳ و ۴
ی جنم بھئے کیٹ پتنگا - کی جنم گج میں کرنگا - کی جنم پنکھی سرپ ہیو
و برکھ جیو - مل جگدیس ملن کی بریا چرنک کال ایہ دیہہ بنجریا" آدگرنتھ گوڑی محلہ ۵
پ تج آپسے ہی کھا - نانک حکمے آوت جائے - آدگرنتھ جپ جی پوڑی ۲
راگون مٹی گورشبد بن آپے کرتے بخش لیا" - آدگرنتھ سدہ گوشٹ
ر رکھ جوگی آون جان - گورمکھ پائے درگاہ مان" آدگرنتھ سدہ گوشٹ
ہم لوگ موت کو نجات نہیں مانتے البتہ سکھوں کا یہ عقیدہ ضرور ہے
خالصہ دھرم اور چار ورگ مت میں ایکتا ہوسکتی ہے - ہم سے اینکا

پورتے سنئے دیا ڈرسے پرسے من آنند مرتے جی نے پائی اسیلوان پرآنند اشتر شلوک
کے سائیک نمبر ۲۲

بہت اختلاف ہے۔ اگر موت ہی نجات ہوتی تو دنیا میں اندھیر مچا ہوتا۔
کیونکہ کرموں کے پھل ہو گئے کا جو ایک زبردست قاعدہ دنیا میں کام کرتا
ہوا نظر آتا ہے۔ دیکھا ہی نہ دیتا مثلاً ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آگ جسم کو جلاتی ہے
گناہگار سزایاب ہوتے ہیں۔ انسان پڑھتے پڑھتے عالم بن جاتے ہیں۔ سفر
کرنا منزل مقصود پہ پہنچاتا ہے۔ جسقدر شکر ڈالی جاوے اسی قدر میٹھا ہوتا ہے
یہ کبھی نہیں دیکھا گیا۔ کہ راہ راست پہ چلنے سے مسافر منزل مقصود پہ نہ پہنچا
ہو آگ کو ہاتھ لگانے سے ہاتھ نہ جلا ہو۔ شکر کے ڈالنے سے میٹھا نہ ہوا ہو
بلحاظ وقت کے فعل دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن کا ثمر اسی وقت مل جاتا
ہے۔ جیسے آگ سے ٹھنڈک کا دور ہونا۔ کھانا کھانے سے پیٹ کا بھر
جانا دوسرے وہ جن کا پھل دیر بعد ملتا ہے۔ جیسے بیج بو کر اوس کے
ثمر کا حاصل کرنا۔ اگر موت کو نجات مانا جاوے تو مابعد الذکر کرموں کے
پھل پانے کا قاعدہ ٹوٹ جاویگا۔ مثلاً ایک شخص ہے جس سے
کوئی فعل سرزد ہوا ہے جس کا نتیجہ سخت تکلیف تھا۔ لیکن وہ شخص پیشتر
اس فعل کے ثمر پانے کے کسی دیگر وجہ سے زہر کھا کر خودکشی کرتا جو اس کو

فعل زہر کھانے کا نتیجہ ہے۔ اب اگر موت پر خاتمہ ہے۔ تو اس فعل کا ثمر
اس شخص کو نہیں مل سکتا کیونکہ دکھ اور سکھ کے بھوگنے کا مقام یہ جسم یہ شریر تھا
وہ رہا ہی نہیں۔ اور دکھ سکھ کے نہ ہونے سے کرموں کے پھل پانے کا قانون
ٹوٹتا ہے۔ اور اس کے ٹوٹنے سے دنیا کے سارے کاروبار نہیں چل
سکتے کیونکہ کام کا کرنا پھل کے حاصل کرنے کی نیت پر ہوتا ہے۔ جب
یقین ہی نہیں رہیگا۔ کہ کرموں کا پھل ضرور ملتا ہے۔ تو کام کرنے کی
تکلیف کون اٹھائے گا۔

تمام پھر کرم جو ہو سکتے ہیں۔ دو ہی قسم کے ہیں۔ نیک اور بد۔ اور
یہ تقسیم کرموں کے پھل کے باعث سے ہوتی ہے۔ اگر کرموں کا پھل ملنا
نہ مانا جاوے۔ تو نیک اور بد کرم کہلا نہیں سکتے علاوہ بریں جب نیکی بدی
باطل ہو جاوینگے۔ اور بد بھی تو نیک کام جو ظاہر میں نہایت دشوار
اور تکلیف والے معلوم ہوتے ہیں۔ اون کو کوئی نہیں کرے گا۔ اور
بدی بڑھ جاوے گی جس سے دنیا میں دکھ ہی دکھ نظر آوے گا
اس لئے موت کو نجات ماننا درست نہیں۔

چونکہ شہنشاہ عالم بھی مکتی کے خواستدگار دکھائی دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مکتی تمام دنیاوی سکھوں سے بڑھکر ہے۔ اگر مرنا ہی مکتی ہوتا۔ تو ہر ایک انسان سب سے بڑھ کر مرنے کی خواہش کرتا کیونکہ دکھ سے متنفر ہونا اور راحت کی خواہش کرنا انسان کی قدرتی سرشت ہے۔ لیکن برخلاف اس کے مرنے سے سب ڈرتے ہیں اس لئے یہ کہنا ٹھیک نہیں کہ مرنا ہی مکتی ہے۔

اعتراض نمبر ۲ (صفحہ ۱۳۲) روح اس جسم فانی کو چھوڑ کر کیا شکل اختیار کرتی ہے۔ اور کہاں رہتی ہے؟

جواب۔ روح کوئی مرکب شے نہیں جس پر شکل تبدیل ہونے کے لفظ کا اطلاق ہو سکے کیونکہ نئی نئی شکلیں ہمیشہ ترکیب تیار ہوا کرتی ہیں۔ اور ترکیب مرکب میں ہوا کرتی ہے۔ اس لئے جن میں ترکیب نہیں ان میں شکل کی تبدیلی نہیں۔ جس طرح سے مختلف مکانات کے اندر جانے سے یا ان سے باہر آنے میں انسان کی شکل تبدیل نہیں ہو جایا کرتی اسی طرح سے مختلف

کھوڑوں کے اندر جانے اور اُن سے باہر آنے میں روح کی شکل
میں کوئی تبدیلی واقعہ نہیں ہوتی بلکہ جیسی ہے ویسی ہی بنی رہتی ہے۔
مکتی کی حالت میں روح ایشور میں رہتا ہے۔ اور بغیر کسی روک
ٹوک کے انند سے پھرتا ہے +

اعتراض نمبر ۲۵ (صفحہ ۱۳۱) "کیا روح جسم سے علیحدہ ہو کر اگر قائم رہتی
ہے۔ تو اپنی ہستی سے واقف ہوتی ہے۔ اور اس امر کا علم رکھتی ہے
کہ میں فلاں روح ہوں اور چارورک والے تو روح کو فانی ہی نہیں
مانتے جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ بلکہ روح کی پیدائش عناصروں سے بتلاتے
ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ روح ایک تمیز دار مادہ ہے۔ جو عناصروں
کے ملاپ سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسے کہ چونہ کتھا اور پان کے ملاپ سے
ایک سرخ رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی وہ روح کا وجود بھی
عناصروں میں قائم تبلاتے ہیں زیادہ تر اِن کا یہ بھی اعتقاد
ہے۔ کہ روح جب عناصروں سے علیحدہ ہوتی ہے۔ تو ندا ہو جاتا
جاتی ہے۔ مگر اس کی فنا کبھی نہیں ہوتی فنا ہونا ایک اور بات ہے جس

یہ مراد ہے - کہ وہ شے اپنی ہستی سے ہی کالعدم ہو جاوے
جواب مدعی نے مسلہ نجات پر چارورک مت کے عقائد تو بیان
کئے لیکن خود آریہ سدھانتوں کے جواب باصواب کی زد سے ڈرتے
ہوئے یہ نہیں تبلایا - کہ میرا عقیدہ یہ ہے اعتراضات چارورک
مت کی طرف سے نہیں کئے گئے ملتے - بلکہ ایک خالصہ پنتھی کی طرف سے
تھے - اس لئے اس کے لئے یہ لازم تھا کہ مسلہ زیر بحث پر سکھوں کے
عقائد بیان کرتا نہ کہ چارورک مت کے چارورک مت والے اپنا
فیصلہ خود کر سکتے تھے - مدعی کوئی اُن کی طرف سے وکیل نہ تھا - اور
نہ ہی اس وکالت کے لائق تھا - لہٰذا مدعی کا چارواک مت
کی بابت بار بار بیان کرنا سراسر واقعات کے خلاف اور عقل و شعور
سے بعید ہے رسالہ زیر جواب کا جواب لکھتے ہوئے ہمنے سوائے
مدعی کی اعتراضی غلطیوں کے اور کسی غلطی پر نظر نہیں ڈالی حالانکہ
اس میں بہت سی غلطیاں بھری پڑی ہیں - لیکن چونکہ مدعی سوامی
دیانند جیسے عاقل رشی سے مباحثہ میں سبقت لیجانے کی ڈینگ

مارتا ہے۔ اور کتاب ہٰذا قریباً اختتام پر ہے۔ لہٰذا ہم اپنے ناظرین کو نمونہ کے طور پر اس کی لیاقت کا اندازہ دکھلانا چاہتے ہیں۔ کہ مدعی کو بحث میں فضیلت حاصل ہوئی۔ تو کجا درحقیقت وہ اعتراض کرنا بھی نہیں جانتا تھا۔ صرف اس نے کسی سے سن رکھا تھا۔ کہ سوالیہ فقرے میں لفظ کیا کا استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہ تھا۔ کہ کہاں اور کس طرح یہی وجہ ہے۔ کہ مدعی نے اعتراض بالا کرتے ہوئے لفظ کیا کے استعمال میں غلطی کھا لی۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ "کیا روح جسم سے علیحدہ ہو کر اگر قائم رہتی ہے۔ تو اپنی ہستی سے واقف ہوتی ہے" یہ غلط ہے۔ اصل میں ٹھیک جملہ یہ ہے "اگر روح جسم سے علیحدہ ہو کر قائم رہتی ہے۔ تو کیا اپنی ہستی سے واقف ہوتی ہے"

آمدم برسر مطلب ہم اوپر کے اعتراض کے جواب میں بتلا چکے ہیں۔ کہ روح مرکب نہیں ہے۔ لہٰذا جب مرکب نہیں۔ تو اس کی قائمی میں کسی طرح کا فرق نہیں آسکتا جس طرح

پانی میں پڑے ہوئے سونے کے ذرے کو اس سے باہر نکالنے میں اس کے قائم رہنے میں کوئی نقص عائد نہیں ہو سکتا اس طرح سے روح کے جسم سے علیحدہ ہونے سے اس کی ہستی میں کوئی فرق نہیں آ سکتا۔ مکتی کی حالت میں روح کو اپنی ہستی کا علم رہتا ہے کہ میں روح ہوں کیونکہ روح میں گیان اور چیتنتا ہے +

روح کی پیدائش مادے سے بتا کر اس کے فانی ہونے سے انکار کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسے دریا کو دیکھتے ہوئے اس کے ایک کنارے سے انکار کرنا یعنے دو کناروں کے بجائے ایک کنارہ بتلانا چونکہ کوئی دریا ایک کنارے والا نہیں ہو سکتا لہٰذا کوئی مرکب جسم موت سے خالی نہیں رہ سکتا۔ چارواک مت والے خواہ روح کو فانی مانے یا نہ مانے لیکن دلیل کے میدان میں وہ روح کی عناصر کی سے پیدائش مان کر اس کے فانی ہونے سے گریز نہیں کر سکتے کیونکہ لفظ فانی کے معنے مرنا ہے۔ (دیکھو لغات فیروزی) اور مرتا وہی ہے۔ جو پیدا ہوتا ہے۔ اور پیدائش میں ترکیب کا ہونا لازم ہے۔ اور یہ امر مسلمہ

ہے۔ کہ جس میں ترکیب ہے۔ وہ حادث ہے۔

فنا کے معنے نیستی کے نہیں ہیں۔ کیونکہ جب ہم کہتے ہیں۔ کہ شاہ مخالف کی فوج نے قلعہ کو فنا کردیا۔ تو اسکے یہ معنے ہیں۔ .... کہ قلعہ کا تمام پتھر مصالحہ اور زمین وغیرہ نیست ہوگئی ہے۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ قلعہ کا خاص ڈھانچہ یا عمارت مخالفوں کے گولہ باری سے گرگیا ہے۔ مگر تمام مصالحہ یعنی اینٹ چونہ لکڑی وغیرہ تمام کی تمام وہیں یا اسسے کچھ فاصلہ پر موجود ہے۔ اسی طرح سے اگر روح کی عناصروں سے پیدائش مانی جاویگی تو ان عنصروں کے جدہ جدہ ہونے سے جنکے میل سے روح پیدا ہوئی ہے۔ روح کی فنا ماننی پڑے گی۔ چونکہ بموجب قول مدعی جاروا کی مت روح کو فانی نہیں مانتے لہذا روح کو اس نقص سے آزاد رکھنے کے لیے بھی ماننا پڑگیا۔ کہ روح عناصروں سے پیدا نہیں ہوئی۔

روح مادے سے پیدا نہیں ہوسکتی کیونکہ مادے میں ست رج اور تم تین گن ہیں۔[۱]

[۱] سکھ لوگ ان تینوں گن کو مانتے ہیں کیونکہ ادگرنتھ سکھمنی ۲۱ پوری ۷ تک پہلی دوسری میں لکھا ہے۔ " جب آپ چھوڑ پنج اکار تہ گن تہ گن بستار "

یعنے ہلکا کرکے اوپر لے جانا۔ پھیلانا۔ گرانا۔ ڈھانپنا۔ بھاری بنانا وغیرہ لیکن روح میں یہ باتیں نہیں پائی جاتیں۔ بلکہ وہ جب چاہے بیٹھتا ہے اٹھتا ہے چلتا ہے۔ پھرتا ہے سوتا ہے۔ جاگتا ہے۔ وغیرہ اگر روح کی پیدائش مادے سے ہوتی تو مادے میں جو جڑھتا وغیرہ صفات ہیں وہ اس میں ضرور پائی جاتیں کیونکہ علت کی صفات کا معلول میں آنا امر مسلمہ ہے۔ لیکن برخلاف اس کے روح میں چیتنا اور گیان پایا جاتا ہے۔ جو روح کی پیدائش مادے سے ماننے والوں کے قول کی تردید کرتا ہے۔ اگر مادے کو چیتن فرض کرکے چیتن روح کی پیدائش مانوگے تو موت کو دنیا سے نابود کرنا پڑےگا جو ناممکن ہے۔ کیونکہ جب چیتنا مادے کا دہرم ہے تو جہاں مادہ ہے وہاں چیتنا ضرور۔ کیونکہ صفت موصوف سے علیحدہ نہیں رہ سکتی چونکہ مردہ جسم میں مادہ موجود ہے۔ لہذا اس کے صفات بھی موجود ہیں۔ اس لئے اس میں چیتنا ہونی لازم ہے لیکن چونکہ مردہ جسم میں کوئی بھی چیتنا ثابت نہیں کرسکتا کیونکہ وہ مردہ تبھی کہا جاتا ہے۔ جب اسمیں چیتنا نہ ہو۔ اسلئے ماننا پڑیگا

کہ چیتن جیو آتما جڑھ مادے سے پیدا نہیں ہو سکتا +

چوتھا نکتہ - ادرپان کے ملنے سے جو سرخی پیدا ہوئی ہے - وہ ان کے اندر موجود تھی اگر ان میں موجود نہ ہوتی تو ہرگز ان سے برآمد نہیں ہو سکتی تھی - کیونکہ جیسے صندوقچی میں روپیوں کے نہ ہونے سے ہم ان سے روپیہ نہیں نکال سکتے بلکہ صندوقچی سے روپیہ تب ہی نکالا کرتے ہیں جب اس میں موجود ہوتے ہیں - اسی طرح مذکورہ بالا اشیا سے جو سرخی پیدا ہوئی ہے - وہ کوئی عدم سے وجود میں نہیں لائی گئی - بلکہ اس میں موجود تھی اگر سرخی عدم سے وجود میں آتی ہے تو شہد اور پان کے ملنے سے بھی آنی چاہیے - لیکن ایسا نہیں ہوتا - اس لئے چیتن جیو آتما کے مادے سے پیدائش ماننے میں اول یہ ماننا پڑیگا کہ چیتنا مادہ کی صفت ہے لیکن مادے کو لیکر اسمیں سے کوئی بھی چیتن جیو آتما پیدا نہیں کر سکتا لہذا یہ ماننا غلط ہے - کہ روح مادے سے پیدا ہوتی ہے - اگر یہ ایک عنصر میں قدرے ورک مان کر ان کے ملاپ سے ایک بڑی چیتنا کی پیدائش بتلائی جاوے - تو بھی

ٹھیک نہیں۔ کیونکہ نراکار چیتا میں سنیوگ ویوگ نہیں ہو سکتا اور اگر مرکب مادے کی صفت مانیں۔ تو موت نہیں ہو سکے گی اس لئے یہ کہنا عاقلوں کا شیوہ نہیں کہ روح مادے سے پیدا ہوتی ہے۔

روح کے نظر نہ آنے کے سبب ہم اس کو مادے سے علیحدہ وجود والا تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر سکتے کیونکہ جب کسی شخص کی قوت باصرہ میں یعنے دیکھنے کا جو ذریعہ ہے۔ اس میں فرق آ جاتا ہے۔ تو بیرونی چیزیں۔ مثلاً کتاب وغیرہ کا بھی اس کو علم نہیں ہوتا لیکن اس کے نہ علم ہونے پر ان چیزوں کی ہستی سے انکار نہیں کر سکتے اسی طرح سے روح کے نظر نہ آنے پر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ روح مادے سے علیحدہ کوئی چیز نہیں کسی چیز کی ہستی کو تسلیم کرنے کے لئے یہ کوئی کلیہ قاعدہ نہیں کہ وہ ضرور حواس خمسہ ہی سے جانی جاوے بلکہ بعض چیزیں۔ ایسی ہیں۔ جو عقل کے ذریعہ ہی سے جانی جاتی ہے۔ مثلاً طاقت آسمان وغیرہ وغیرہ اس لئے روح

کے نظر نہ آنے پر یہ کہنا ٹھیک نہیں۔ کہ روح مادے سے
پیدا ہوتی ہے +

جملہ حواس اور پرالزن وغیرہ کی مجموعی حالت بھی روح نہیں
کہلا سکتی کیونکہ جملہ حواس کا استعمال کرنے والا اور پرالزن وغیرہ کا
دھارن کرنے والا کوئی علیحدہ ماننا پڑیگا کیونکہ بغیر سلطان کے سلطنت
کیا معنے۔ گو ظاہر میں ہم سنتے ہیں۔ کہ کہا جاتا ہے۔ کہ آنکھ دیکھتی
ہے۔ کان سنتے ہیں۔ لیکن مردہ جسم میں یہ اپنے اپنے کام نہیں کر
سکتے۔ کیونکہ چیتن جیو آتما جو اُن سے کام لینے والا تھا نہیں رہا
جیسے راجہ اپنے نوکروں سے تمام کام کرواتا ہے۔ خود کچھ بھی
نہیں کرتا لیکن کام سب کا سب راجہ سے منسوب ہوتا ہے۔ مثلاً کسی
محل شاہی کو دیکھ کر ہم یہ کہہ دیا کرتے ہیں۔۔ کہ یہ محل راجہ نے بنایا ہے
حالانکہ محل مذکور کی ایک اینٹ بھی راجہ سے نہیں لگائی گئی اسیطرح
اندریوں کے کام کرنے سے وہ کام اندریوں کے نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ
اُن سے کروانے والا روح ہے۔ اندریاں خود کچھ بھی نہیں کر سکیں۔

ہمیشہ علت کے مثبت ہونے سے اس کی ترکیب سے معلوم کی پیدائش ہوتی ہے۔ لیکن جب علت کو نفی مانا جاوے تو کس کی ترکیب پذیر ہونے سے معلول کی پیدائش ہوگی۔ جس طرح سے پانی کے ہولنے سے برف بن سکتی ہے۔ لیکن جب پانی ہی نہ ہو تو برف بننا کیا معنے اسی طرح سے جب مادے میں گیان چتنیا نہیں ہے۔ تو کسی طرح پر بھی روح جو چیتن اور گیان وان ہوتی ہے۔ پیدا نہیں ہوسکتی *

چارواک مت والوں کو منکرانہ خدا بتلاتے ہوئے مدعی کا ان کے اس اعتقاد کو تسلیم کرلینا کہ روح خدا میں مل جاتی ہے۔ ایسا ہی ہے جیسے مخنث مان کر اسکے لڑکے کی شادی میں شریک ہونا حیرانی کی بات ہے۔ کہ جب خدا کوئی چیز ہی نہیں تو روح کا اسمیں ملنا کیا معنے روح کا خدا میں ملنا جو ایک لغو اور بیہودہ بات ہے اس حالت میں تو کہلا بھی سکتا جبکہ خدا کی ہستی کو تسلیم کیا جاوے لیکن جب خدا کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ تو روح کس میں

ہے۔ لہٰذا ماننا غلط ہے۔ کہ روح خدا میں مل جاتی ہے۔
ئی کا روح کو مادے سے پیدا شدہ بتلا کر خدا میں ملنا بیان کرنا
غلط ہے۔ کیونکہ نراکار خدا میں مجسم روح شامل نہیں ہو سکتی بلکہ
شامل ہونے والی چیز کے لئے یہ ضرور ہے۔ کہ مشمولہ چیز کے
ں ہو جس طرح سے غیر مجسم طاقت میں کوئی مجسم چیز مل نہیں سکتی اسی
سے آپ کی مادے سے پیدا شدہ مجسم روح نراکار خدا میں
ں نہیں ہو سکتی خدا میں روح کے ملنے سے اسمیں سنیوگ ماننا پڑے گا۔
ں میں سنیوگ ہو گا۔ وہ حالت ضرور بدلیگا۔ اور جو حالت بدلنے کا
معلول ہو گا۔ چونکہ ہر ایک معلول کے لئے یہ لازم ہے۔ کہ وہ کبھی
ہی اپنی علت میں شامل ہو لہٰذا روح کے خدا میں ملنے سے خدا کی
ت ماننی پڑیگی۔ کیونکہ سنیوگ بغیر زمانہ کے نہیں ہو سکتا اور جب
در زمان میں آگیا وہ ایک نہ ایک روز پیدائش اور موت سے خالی نہیں رہ سکتا چونکہ خدا
ب برس اور جنم مرن سے مبرا ہے۔ اس لیے روح نجات کی حالت
ں خدا میں شامل نہیں ہوتی۔ بلکہ پرماتما کی پراپتی سے آنند سوروپ ہو کر

آزادی سے جہاں چاہے۔ پھرتی ہے۔

اعتراض نمبر ۲۲ (صفحہ ۲۳۲) "روح اس جسم میں اپنے ذریعہ علم
بھی اپنے ہمراہ رکھ کر اپنی ہستی سے لاعلم ہو جاتی ہے۔ جیساکہ
حواس خمسہ جو کہ روح کے ذریعہ علم ہیں۔ نیند اور بیہوشی کی حالت
ہمراہ رہ کر روح کو کوئی علم اُس کی ہستی کا نہیں دیتے چہ جائیکہ
روح نے اس جسم و اپنے کل ذریعہ علم علیحدہ کر دیئے اور یہ جسم
جلا کر خاک نباد یا گیا تب اس کو علم اپنی ہستی کا کہاں سے رہیگا

جواب نیند اور بےہوشی میں روح اپنی ہستی سے لاعلم نہیں ہوا
جب کوئی آدمی بےہوش ہو جایا کرتا ہے۔ تو ہوش میں آنے پر کہتا
ہے۔ کہ میں کیسا بےہوش پڑا رہا اسی طرح سے جب کوئی آ
سے سو کر اٹھتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ میں کیسے آنند سے سویا اگر روح
اور بےہوشی میں اپنی ہستی سے لاعلم ہوا کرتا ہو تو ایسا کوئی نہ کہتا
لاعلمی کی حالت میں آرام اور بیہوشی کا محسوس کرنا ممکن نہیں ہے
لیکن چونکہ ہر ایک شخص ہر دو مذکورہ بالا حالتوں میں یہ کہتا ہے

دیتا ہے۔ اس لیے یہ کہنا غلط ہے۔ کہ روح نیند اور بیہوشی کی
ں اپنی ہستی کو محسوس نہیں کر سکتی +

۔مانا جاوے کہ جیو آتما مکتی یعنی نجات کی حالت میں اپنی ہستی سے
ہے۔ تو مکتی فضول اور بے فائدہ قرار پاوے گی۔ کیونکہ جب مکت
اپنی ہستی کا علم نہیں تو وہ مکتی کے پرمانند کو کیونکر محسوس کر سکتا ہے نیز
نے سے کوئی شخص بھی مکتی کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ کیونکہ تمام یتن
کیے جاتے ہیں۔ ان کا مدعا سکھ کو محسوس کرنا ہے۔ جب نجات کے
و آرام کو نجات شدہ روح نے محسوس ہی نہیں کرنا۔ تو کوشش کسکے
دیگر ایسا ماننے سے حالت نجات سب سے بڑھکر سکھ نہیں کہلا سکتی
یک چیز دوسری چیز کے مقابلہ میں ترجیح پایا کرتی ہے۔ مثلاً ۲۵ روپیہ
کی قیمت کا سونا اس حالت میں ناقص یا گھٹیا کہلاتا ہے۔ جبکہ ۲۶
روالا بھی کوئی سونا ہو لیکن جس حالت میں چھبیس روپے تولہ کا سونا
نے دیکھا ہی نہیں ہے۔ تو اس حالت میں ۲۵ روپیہ فی تولہ کے
نے کو ۲۶ روپیہ فی تولہ کے سونے سے گھٹیا بتلانا ایسا ہی ہے -

جیسا روح کو نجات کی حالت میں اپنی ہستی سے لاعلم مبتلا کر مکتی کو
سکھ ماننا۔ جب آج تک کوئی روح بوجہ لاعلم ہونے اپنی ہستی سے
نجات کو محسوس نہیں کر سکا تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ حالت نجات کا مقابلہ
دنیاوی سکھوں سے کر سکے اور اُن کو بہتر بنز یا برابر والا کہ سکے۔
من وغیرہ بیرونی اندریوں کے قطع تعلق ہونے سے جیو آتما لاعلم
ہو سکتا کیونکہ جیسے مکان کے دروازے کھولے ہونے سے اس کے
بیٹھے ہوئے انسان کو باہر کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ اور اُن کے بند کرنے
سے نظر آنی بند ہو جاتی ہیں لیکن دروازوں کے کھلے رہنے یا بند کرنے
سے دیکھنے والوں کی نظروں میں کوئی فرق نہیں پڑ جاتا اسی
سے مکتی کی حالت میں اندریوں کے ناش ہو جانے پر روح
کے علم میں کسی قسم کا فرق نہیں آسکتا۔

اعتراض نمبر ۲ (صفحہ ۳۴) ”نجات سے آرام دسکھ کیا شے۔ کیا
اس طرح ہے۔ کہ جیسے قید خانہ سے قیدی رہی ہو کر آزادی کا
مزا لوٹتا ہے۔ یا بطرز دیگر یہ کہو کہ جیسے انسان اپنے گھر کو چھوڑ کر

باغ کی سیر کا لطف اٹھاتا ہے۔ اسی طرح روح بھی
جسم کے جیل سے بری ہو کر آزادی کا مزا لیتی ہے۔
یا اپنے اس قالب انسانی کو چھوڑ کر کسی خاص مقام پر نجات
کا لطف حاصل کرتی ہے۔ جیسا کہ عجائب گھر وغیرہ ہیں۔ میرے
خیال میں مزا اُڑانے کے واسطے روح کو اس جسم کا سا
ذریعہ دیگر نہ ملے گا۔ کیونکہ اس جسم میں رہ کر یہ
آنکھوں سے دیکھے گی۔ کانوں سے سنے گی۔ حتی کہ
جملہ حواسوں سے کام لے کر ہر قسم کا لطف محسوس
کرے گی۔ اور برخلاف اُس کے حسب قول آپ
کے جب جملہ ذریعہ حواس اس سے علیحدہ ہو گئے
تو ماسوائے اس کے کہ یہ عالم خاموش میں آوارہ گرد
ہو کر ہر طرح کا رنج و محن اٹھائے۔ اور کیا حظ اٹھا
سکتی ہے۔ چنانچہ نیند اور بے ہوشی کی حالت
میں بھی روح محض عالم سکوت میں پڑی رہتی ہے۔

اسی طرح موت کی نیند میں بھی لاعلم رہے گی - اور
مزید بریں جو آپنے یہ فرمایا کہ حسب خواہش جہاں چاہئے
رہیگی مگر اسی حالت میں جبکہ دنالیہ خواہش یعنے حواس وقلب روح کے
ہمراہ نہ ہوں گے - روح کو خواہش کہاں سے پیدا ہوگی - اور اگر مان بھی
لیا جاوے تو صرف باؤلوں کی طرح آوارہ بے خانماں پھرےگی - تو ایسی
نجات سے کیا حاصل یہ تو یک نشد دو شد اور بھی خورمی ہے

جواب دنیاوی سکھ موکش کے سکھ کے برابر ٹھہرائے
نہیں جا سکتے کیونکہ دنیا کی تمام چیزیں جن کو ہم سکھ
کا کارن ٹھہراتے ہیں - وہی چیزیں دکھ کا کارن بھی
ہو جایا کرتی ہیں - مثلاً باغ کی سیر جو گرمیوں میں نہایت
مفرح اور دل کش ہوتی ہے - وہی سردیوں میں
زکام اور نزلہ پیدا کردیا کرتی ہے - وہ کھانا جس کو
انسان آرام دینے والا خیال کرتا ہوا بڑی خوشی سے کھاتا
ہے - وہی کھانا بعض حالتوں میں انواع و اقسام کی بیماریوں کی

حالت ہوتا ہوا انسان زندگی کی ہلاکت کا باعث قرار پاتا ہے
اسطرح سے جیل سے رہائی پانی بھی ہر حالت میں باعث راحت نہیں
ہو سکتی - کیونکہ بہت سی مثالیں اس قسم کی دیکھی جاتی ہیں - مثلاً ایک
پٹھان ایک ہندو کو جو جیل سے رہائی پاکر نکلا ہے اس نیت سے
مار ڈالتا ہے کہ ہندو کا مارنا ثواب ہے - اگر جیل سے رہائی
پانا ہر حالت میں آرام کا باعث ہوتی تو ایسا ہرگز وقوع
میں نہ آتا -

جملہ حواسات ظاہری ہمیشہ سکھ کا کارن نہیں ہو سکتے
کیونکہ جن کانوں سے ہم راگ سن کر فرحت اٹھاتے ہیں -
انہیں کانوں سے ہم گالیاں سنکر رنج پاتے ہیں -
اسی ناک سے ہم خوشبو سونگھ کر خوش ہوتے ہیں اسی ناک سے
بدبو لے کر ہم تکلیف محسوس کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ - یہی وجہ ہے
کہ کھول اندریاں ہر حالت میں سکھ کا باعث نہیں ہو
سکتیں -

جیسے مکان کے دروازے بند کر دینے یا کھول دینے سے
مکان کے اندر بیٹھے ہوئے انسانوں کی خواہش میں کوئی فرق
نہیں آسکتا اسیطرح سے من وغیرہ اندریوں کے نہ ہونے سے

روح کی خواہش میں کوئی فتور واقع نہیں ہوتا۔

اعتراض نمبر ۲۸ (صفحہ ۳۴) "جو آپ نے چارواک مت والوں سے خلاف روح کو مکرر پیدا ہوتا بتلایا ہے اور نجات کے سُکھ کا مقررہ وقت بتلایا ہے یہ تو بیچاری روح کو بمنزلہ ایک حیوان کے ٹھیرایا ہے جیسا کسی حیوان کے گلے سے رسی علیحدہ کر لیجاوے اور وہ جنگل میں چرنے کے لئے آزاد کر دیا جاوے اور جب خواہش جنگل میں چکر لگا کر جس وقت اس آوارہ گردی کے لطف سے سیر ہو جاتا ہے تو خود بخود لوٹ کر اپنے تھان پر آکر اسی رسی سے بندھ جاتا ہے۔ یہی حالت بجنسہ اس روح کی ہوگی کہ جب نجات کے آرام کے ایام ختم ہو جاویں گے تب پھر لوٹ کر وہی جسم اس کے لئے موجود ہے۔ اس حیوان اور روح میں صرف اس قدر فرق ہے کہ حیوان کو تو اسی رسی سے باندھ لیا جاتا ہے اور روح کو ہمیشہ نئے سے نئے جسم درکار ہوتے ہیں جیسے کبھی گدھا اور کبھی گھوڑا علاوہ ازیں کبھی کبوتر الخ۔

جواب۔ نجات یافتہ روح کو ہم آزاد حیوان سے تشبیہ نہیں دے سکتے کیونکہ آزاد حیوان میں تو کثیفات کی حالت کثیف جسم

موجود رہتا ہے ۔ لیکن مرکب جیو میں یہ نہیں ہوتا ۔ دیگر آزاد
حیوان کی آزادی اکثر اس کی تکلیف کا باعث ہوا کرتی ہے ۔
مثلاً آزاد حیوان چرتے چرتے کھیتوں میں چلے جاتے ہیں ۔
جن سے ان کو پھر بندیخانہ نصیب ہوتا ہے یا مار پیٹ کا
دکھ سہنا پڑتا ہے ۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ دنیا بھر کی
تمام آزادیاں جو جسم کی موجودگی میں حاصل ہو سکتی ہیں وہ مُکتی
کے برابر نہیں ٹھہر سکتیں ۔

ہم نہیں جانتے کہ مدعی نے دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکا دینے
کے لئے یا بوجہ کم فہمی یا ناواقفیت کے خود دھوکا کھا کر اپنے
من گھڑت جواب کو سوامی دیانند سے منسوب کرتے ہوئے
یہ لکھ مارا کہ روح مکرر پیدا ہوتی ہے ۔ اس لئے مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ آپ کی اس کم فہمی کو دور کیا جاوے ۔ جناب روح
پیدا نہیں ہوتی کیونکہ وہ مرتی نہیں ہے ۔ پیدا ہمیشہ وہی
ہوتا ہے جو مرتا ہے ۔ جس کی موت نہیں اس کی پیدائش نہیں
اگر نجات کی حالت میں روح کی موت مانی جاوے تو نجات
بے سود ٹھہرے گی ۔ کیونکہ مُردہ کسی آرام کو محسوس نہیں کر
سکتا ۔ دیگر مرنا یا حالت بدلنا اسی پر ظاہر ہوتا ہے جس میں

ترکیب ہو۔ چونکہ ہم لوگ روح کو مرکب نہیں مانتے اور نہ ہی روح مرکب ہے۔ کیونکہ علت کے ترکیب پانے سے معلول کی پیدائش جو مرکب ہوتا ہے ظہور پذیر ہوتی ہے اور اس کے الگ الگ ہوجانے پر اس کی موت ہوتی ہے۔ کیونکہ موت معلول کی علت میں ملجانے کو کہتے ہیں۔ تو حیرانی کی بات ہے۔ کہ جب روح میں ترکیب نہیں تو کون اجزا کے الگ الگ ہوجانے سے اس کی موت ہوگی۔

اب روح کے ہمیشہ مکت ہونے پر چند دلائل پیش کیجاتی ہیں۔

دلیل اول۔ جو قید زمانہ میں آتا ہے وہ ہمیشہ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ جس کا شروع ہے اس کا انجام ضرور ہے۔ چونکہ روح نجات کو ایک وقت میں حاصل کرتا ہے۔ اس لئے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ دوسرے وقت میں اس سے الگ ہو۔

دلیل دوم۔ کوششوں سے حاصل شدہ نجات نت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ جیسے ایک دفعہ کھانا کھانے سے ہمیشہ کیلئے سردی رفع نہیں ہوجاتی۔ ایک دفعہ مٹھائی کھانے سے عمر بھر

منہہ میٹھا نہیں رہ سکتا۔ بلکہ ہمیشہ یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ
جب تک کھانا ہضم نہیں ہوتا طبیعت سیر رہتی ہے۔ لیکن
کھانے کے ہضم ہو جانے پر بھوک پھر آستاتی ہے۔ اسیطرح
جب تک آگ پاس رہتی ہے سردی معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن یونہی
ہی کہ ہم آگ سے دور ہو جاتے ہیں پھر ٹھنڈک آ گھیرتی ہے
اسیطرح سے جب تک مٹھائی زبان پر رہتی ہے اس کی مٹھاس
معلوم دیتی ہے۔ لیکن جب حلق کے نیچے اُتر جاتی ہے تو پھر
کچھہ نہیں اسیطرح سے وہ گیان جو روح کے لئے حصولِ نجات
کا باعث ہوتا ہے بوجہ ساد ھنوں سے پیدا شدہ ہونے کے جب
نہیں رہتا تو جیو کو نجات سے واپس آنا پڑتا ہے۔

دلیل سویم۔ مکتی جیو کا ذاتی خاصہ نہیں کیونکہ ہر ایک جیو
جو نظر آتا ہے سُکھ کی خواہش کرتا ہے۔ اور یہ امر مسلمہ ہے
کہ مکتی تمام سُکھوں سے بڑھ کر ہے۔ اگر نجات روح کی
ذاتی صفت ہوتی تو کوئی سُکھ کی خواہش کرتا ہوا نظر نہ آتا۔
کیونکہ سب سے بڑھ کر سکھ جو مُکتی کا تھا وہ تو اس کو نصیب ہی تھا
پھر کوشش کس کے لئے۔ لیکن ہر ایک جیو پھنسا ہوا ہے اور
مجبور کرنے کے لئے مجبور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجات روح

کی طبعی صفت نہیں بلکہ وسائل سے حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ
غیر طبعی صفت نتیجہ نہیں ہو سکتا لہٰذا مکتی جو سادھنوں
سے پیدا ہوتی ہے ابناشی نہیں ہو سکتی۔

دلیل چہارم۔ نجات کو نتیجہ ماننے میں دُنیا کا سلسلہ
نہیں چل سکتا۔ کیونکہ خواہ کتنے ہی روح کیوں فرض کئے جاویں
لیکن شمار کی سے ضرور ماننا پڑے گا کہ ایک روز ایسا آوے گا
کہ تمام روح نجات یافتہ ہونگی جب طرح خرچ کے ہونے سے اور
آمدن کے نہ ہونے سے دوکان نہیں چل سکتی۔ خواہ دوکان کا
سرمایہ کتنا ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح روح خواہ
کتنے ہی کیوں نہ مان لئے جاویں دُنیا کا
سلسلہ نہیں چل سکتا۔ لیکن چونکہ
دنیا کا سلسلہ رات اور دن کی طرح
جاری رہیگا لہٰذا ماننا پڑتا ہے
نہیں کہ نجات نتیجہ ہے

ختم شد

علاج وہمادت سنگھیہ

فہرست مضامین کتاب ہذا

صحت نامہ علاج وہمات دیہاتیہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۹	کھینیچی	کھینچی	۲۰	۱۱	رجسٹرڈ نمبر	رجسٹرڈ ممبر
۴	۷	کرتے ہیں	کرنے میں	۲۲	۸	بھی	ہی
۴	۱۰	رودی	ردی	۲۳	۱۰	بسرے خم	بسبر خم
۵	۲	اعتراض	اعتراضی	۲۳	۱۴	ضنیم	ضخیم
۵	۱۱	مطلق	مطلق	۲۴	۶	شاہد ہے	شاہد کے
۶	۱	خالصہ	خاصہ	۲۴	۸	اورجسری	امرتسری
۶	۱۴	مدے نظر	مد نظر	۲۴	۱۲	مشہور سے	مشہور کے
۷	۵	اس	توکن	۲۶	۶	مرا	اس
۷	۶	کے	لیے	۲۶	۱۱	سودسوقی	شرسوقی
[illegible]	۹	دیکانی	دہقانی	۲۸	۴	وفات پاچکا	وفات پاچکا
۸	۱۱	ہیں	ہے	۲۹	۴	واضی	داسی
۹	۱	دیکانی	دہقانی	۲۹	۱۱	اکشا	اٹیا
۱۰	۱	کوہستان	کوہستاں	۳۰	۸	کرخی	کرتی
۱۰	۹	میل	مہل	۳۰	۹	مقدمہ کی	مقدمہ کے
۱۱	۵	غریہ	غربیہ	۳۱	۵	ہونے کی	ہونے کے
۱۲	۳	جاتے	جانے	۳۱	۱۴	تاریخ دوتوں	تاریخ دانوں
۱۲	۵	خوبیا	خوبیا	۳۲	۹	اے ہیں	رہے ہیں
۱۲	۹	نتیجہ	نتیجہ	۳۲	۱۴	علیحدہ ہ	علیحدہ
۱۲	۱۰	طرف	ضرب سے	۳۶	۹	گنوتا	گنوانا
۱۳	۲	پیچنے	پہنچے	۳۸	۵	گورنر اکھشر	گورنر اکھشتر
۱۳	۷	ہنکی	ہنکی	۳۹	۱۴	محلہ محلہ	محلہ
۱۳	۱۰	اٹھکیلیاں	اٹھکھیلیاں	۴۱	۱۲	کاررلی	کاروں وقار رفتار
۱۴	۷	آدی	آدمی	۴۲	۸	ساخر	ساحر
۱۵	۲	فاحد	فاسد	۴۶	۸	فرمودہ	فرمودند
۱۶	۸	قالم	کالم	۴۹	۷	کمیعہ	کیوں
۱۶	۱۱	محنت رکھتی	تحت زماتحت) او	۴۹	۱۰	[illegible]	[illegible]
۱۷	۲	دا)کے	انکے	۴۹	۱۲	اوڈاریل	اوڈاری
[illegible]	[illegible]	[illegible]	چیلے	۴۹	۱۴	نکی	کھوٹ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٥٠	١١	کارون	کارون (قارون)
٥٠	١٣	ادا سے	دوا سے
٥١	١	پڑھ	پیڑ
٥١	٢	گھنٹا	گھٹا
٥١	۴	کیوڑہ	گیوڑہ
٥١	١۴	دسوت	دعوت
٥٢	١	بیرکر	کر
٥٢	٢	لسکر	لشکر
٥٢	۴	بایال	پاتال
٥٢	١	بڑہ ہاتھی کارندہ	مردہ ہاتھی کارندہ
٥٣	٢	کرنا اور چکونکا خود بنجود چلنا	کرنا وغیرہ
٥٣	۴	دھلی	دہلی
٥٣	٦	بے رزگار	بے روزگار
٥٣	١١	نگے	لگے
٥۴	٩	گورونانک جی	"گورونانک جی
٥٥	٢	بالک ہے	بالک ہے "
٥٥	٦	ناتھ	نانہہ
٥٥	١٥	ایک نے	ایک سمجھتے
٥٦	٧	لفو	لغو
٥٧	٩	پانیئر	پائنیر
٥٧	١٠	〃	〃
٥٨	١	لوک بہت اوری	لوک بہت دادی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٦٥	٣	زبر ماست	زبردست
٦٥	٧	نمبر ١٣١ ٥	نمبر ١٣١
٦٥	٩	سبھا ہوئی	سبھا ہوئی سنو
٦٥	١٠	کو منوتی	کہ مورتی
٦٦	٨	کھائیگان	کھائیگاں
٦٩	١٠	فضیلت ہاص	فضیلت پرص
٦٩	١٢	اعتراض نمبر۴	اعتراض نمبر٢
٧٢	۴	اُدھیڑ بن	اُدھیڑ بن
٧٢	٨	اورنگ	اورنگ زیب
٧۴	٧	آ یہ ورت	آریہ ورت
٧٥	٣	حاس	حاصل
٧٩	١۴	سوپن ہار	سوپن ہار
٨٠	١٣	ریہ	آریہ
٨١	١۴	سلعہ ھانت	سدھانت
٨٢	١٣	غاقل	فاضل
٨٣	۴	سیم	سلیم
٨٣	٧	بھوش	بھوشن
٨٣	٨	برحان قاطع	برہان قاطع
٨٣	٩	گیھوڑے ہانکے	گھوڑے ہانکے
٨۴	٢	لفط	لفظ
٨۴	١١	کہ یہ	کہ یہ
٨٥	٥	گھرتی	گرہتی
٨٥	١٠	ری چند	سری چند

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٨٦	١١	نوزی	نور سے	١٠٩	٨	کائیناث	کائینات
٨٨	١٢	تاریخ بمبرا	تاریخ ع ا	١١٠	١٥	ایک رن ہو	ایک رن ہوئی
٨٩	١٩	استم خاں	رستم خاں	١١١	١٤	غار شبچو کا	آغاز شبچوں کا
٨٩	١٤	"	"	١١١	١٥	دھرودھیان	دھرودھیانت
٩٠	٢	"	"	١١١	١	رایوں	راوں
٩٠	٢	بہودہ	بیہودہ	١١٢	٢	کھیا	رکھیا
٩٧	٩	سعہ	سما	١١٢	٦	دراس	راس
٩٨	٢	لینا	رینا	١١٣	٢	کمائی	کیمیائی
٩٨	١٠	نارین	نارائن	١١٤	٥	ہمکی	ہکسکی
١٠٠	٥	خانی	خالی	١١٥	٦	کائیناث	کائینات
١٠٠	٦	اُسے	اس سے	١١٥	٩	یونامی	یونانی
١٠١	١٢	سیتہ	نیست	١١٥	١٢	طبع ہوتی	طبع ہوئی
١٠٢	١	اظہار دیتاہے	اظہار دیتا ہے	١١٥	١٤	عناصرا	عناصر
١٠٣	٢	بغر	بغیر	١١٨	٢	مایہ خدا	مایہ ضد
١٠٢	١٠	وہ دنا	وہ سونا	١١٨	٤	اموافق	ناموافق
١٠٣	٥	ہونی ہوئی	ہوتی ہوئی	١٢٠	٧	گرام	گرامر
١٠٣	٧	پرکرنی	پرکرتی	١٢٣	٨	دھریا	دہریہ
١٠٦	٥	گھومار	گھمار	١٢٣	٩	نشانات	نشانات کو
١٠٦	١٠	رجسار	اجسام	١٢٣	١١	کہیں	کہیں ع ٢
١٠٦	١٢	کمین گاہ	کمیں گاہ	١٢٤	٢	خیال مدعی ہے	×
١٠٧	٤	دیکھا رہا	دکھا رہا	١٢٥	١	تمام سطر غلط ہے	زایدہے کاٹ دو
١٠٧	٥	ہوتے ہیں	ہونے میں	١٢٥	١١	یقین	یقیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۸	۴	ان	اس
۱۲۹	۹	ممبا	منبع
۱۳۰	۷	بحیثت	بحیثیت
۱۳۱	۱۳	نبی	اپنی
۱۳۴	۴	آریہ	آدریتہ
۱۳۷	۲	دیدودانتہ	دیدہ دانستہ
۱۳۸		لفظا پرمور	لفظا پر غور
۱۳۹	۲	جہان	جہاں
۱۴۲	۱۴	سادہو	سادھوؤں
۱۴۳	۱	〃	〃
۱۴۵	۲	کانے	لگانے
۱۴۶	۷	سے	اس سے
۱۴۶	۷	عفی	شخص
۱۴۷	۴	پھنڈار	بھنڈار
۱۴۷	۷	الا	ادلا
۱۴۷	۸	نہیں	ہے
۱۴۸	۹	علم کے	علم کے
۱۴۸	۱۲	پرداتا	پرداتا
۱۵۱	۴	مان ہوتا ہے	مان ہوتا ہے
۱۵۱	۵	بات	باپ
۱۵۲	۴	حفرت	حضرت
۱۵۴	۱۳	اکا حکم	تاکا حکم
۱۵۴	۲	سوہنی	سوہی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۵	۲	گورڑبدا	گورڈ بدیالا
۱۵۶	۱	برہایوں	بُرائیوں
۱۵۶	۱۲	آجبت	آپت
۱۶۰	۹	گاڈں	ہے
۱۶۰	۱۰	ٹھاکر	ہٹا کر
۱۶۳	۶	تیئوں	تینیوں
۱۶۴	۸	مخلوق در	مخلوق کو
۱۶۴	۱۳	ایک اس	ایک رس
۱۶۵	۳	بنجیر	وشیرہ
۱۶۵	۴	یوریپن	یوروپین
۱۶۵	۶	بیتی	بیتتی
۱۶۸	۱	لیمس	لیئق
۱۶۸	۷	دیاہو	دیا ہوتا
۱۶۹	۲	مل	میل
۱۶۹	۱۲	آدگرنہ	آدگرنتھ
۱۷۰	۱	تعلیم	تعلیم نہ
۱۷۰	۶	مدی	مُدعی
۱۷۰	۴	بیان کرتا ہے کہ	بیان کرتا ہے
۱۷۰	۱۲	مرزا غلام احمد	مرزا غلام احمد
۱۷۰	۱۲	رسالہ بچن	رسالہ ست بچن
۱۷۰	۱۳	ط	خط
۱۷۱	۱	دیا تھا کہ رد	دیا تھا کہ احمد
۱۷۱	۵	آرگرنتھ	آدگرنتھ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۱	۱۴	آدھ گرنتھ	آدگرنتھ	۱۸۵	۱۴	اندریش	اندریاں
۱۷۲	۵	نمبرہ	نمبر ۵ "				
۱۷۲	۸	نمبر ۷	نمبر ۷ "	۱۸۶	۱	لہذا	لہذایہ
۱۷۳	۱۴	مرنے نے ڈانگ ڈرے	مرنے تے جاگ	۱۸۶	۱۲	وہ ایک برس	وہ ایک برس
		سرمن	وڈرے میرے من			اور روز	نہیں ہوسکتا
"	"	مرنے ہی نے	مرنے ہی تھے				
"	"	پورنا	پورن				اور
۱۷۵	۱۰	ہی	بھی	۱۸۷	۱۴	پراپنی	پراپنی
۱۷۶	۲	کونکہ	کیونکہ	۱۸۸	۳	سمراہ	ہمراہ
۱۷۸	۱	ہوجاوے	ہوجاوے "	۱۸۸	۷	رہیگا	رہیگا "
۱۸۰	۴	روح کی	روح	۱۸۹	۱۲	پچیس	۲۴ چوبیس
۱۸۲	۳	یہ معنے ہیں	یہ معنے نہیں ہیں	۱۸۹	۱۴	تبدا تا	تبدانا
۱۸۱	۱۴	سکھ من	سکھ منی اشٹپدی				
۱۸۲	۷	مانے	مانسے	۱۹۰	۶	کوسے	کھوٹے
۱۸۴	۱۱	اہ	مادہ	۱۹۲	۱۴	خوری ہے	خواری ہے "
۱۸۶	۶	اشٹیارا	اسٹیما	۱۹۳	۱	انسان	انسانی
۱۸۳	۱۰	مالن سے	مالشے	۱۹۳	۱۴	نہ ہوسے	نہ ہونے
۱۸۳	۱۰	بڑھ گیا	پڑھ گیا			سے	سے
۱۸۴	۹	اسرسکے نہ عالم	[illegible] عالم نہ	۱۹۴	۱۱	جسم ان	جسم انس
[illegible]	[illegible]	نیم	[illegible]	۱۹۵	۱۸	ہرکت	حکمت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۴	۶	جب	جیب	۱۹۸	۹	مرح	روح
۱۹۸	۸	دوکان میں	دوکان نہیں	۱۹۹	۶	مہرشٹی کرتا	سرشٹی کرتا

آریہ سماج کے نیم

۱ - سب ست ودّیا اور ست ودّیا سے جو پدارتھ جانے جاتے ہیں اُن سب کا آدی مول ایشور ہے ۔

۲ - ایشور سچدانند سروپ - نراکار - سروشکتیمان - نیا کاری - دیالو - اجنما - اننت - نروکار - اَنادی - انوپم - سروادھار - سرویشور - سروویاپک - سروانتریامی اجر - امر - ابھے - نتیہ - پوتر - اور سرشٹی کرتا ہے - اسی کی اپاسنا کرنی یوگ ہے -

۳ - وید ستیہ ودّیاؤں کا پُستک ہے - وید کا پڑھنا پڑھانا اور سُننا سُنانا آریوں کا پرم دھرم ہے -

۴ - ست کے گرہن کرنے اور است کے چھوڑنے میں ہمیشہ اودت رہنا چاہیئے -

۵ - سب کام دھرم انوسار ارتھات ست اور است کو وچار کرکے کرنے چاہئیں -

۶ - سنسار کا اُپکار کرنا اس سماج کا مکھیہ اُدیش ہے - ارتھات شریرک آتمک اور سماجک اُنتی کرنا -

۷ - سب سے پریتی پوروک دھرم انوسار یتھا یوگ برتنا چاہیئے -

۸ - اودّیا کا ناش اور ودّیا کی بردھی کرنی چاہیئے -

۹ - ہر ایک کو اپنی ہی اونتی سے سنتشٹ نہ رہنا چاہیئے کنتو سب کی اونتی میں اپنی اونتی سمجھنی چاہیئے -

۱۰ - سب آدمیوں کو اُن اصولوں کی تعمیل میں جو رفاہِ عام سے متعلق ہوں پربس رہنا چاہیئے اور ان اصولوں کی تعمیل میں جو اپنی ذات سے متعلق ہوں سب خود مختار رہیں ۔

تار برقی کی مفید عام کتاب

یعنی

ایس۔ ڈی ٹیلیگرافک کوڈ بک

اس کتاب کے ذریعہ سے قریباً عہ روپیہ کی تار خبر ایک روپیہ میں جا سکتی ہے
ایک معمولی اردو خواندہ شخص جو صرف حروف ہائے انگریزی سے واقف
ہو تار خبر دے سکتا ہے۔ اور آئی ہوئی تار کا جواب پڑھ سکتا ہے
یہ کتاب ہر ایک بیوپاری کیلئے جن کا تعلق تار سے پڑتا ہے نہایت
ہی مفید ہے۔ قیمت بلحاظ آرام کے بہت کم ہے یعنی عہ روپیہ ہے چونکہ
ہم چاہتے ہیں کہ ایسی مفید کتاب ہر ایک بیوپاری کے ہاتھ نظر آوے
لہٰذا ہم نے خریداروں کے حوصلہ بڑھانے کیخاطر چھ ماہ کیلئے
اسکی قیمت نصف کر دی ہے یعنے یکم جون تک جو صاحب اسکو خریدیں گے
انسے صہ لیجاویگی مفصل اشتہار درخواست پر بھیجا جا سکتا ہے

المشتہر۔ ایس۔ ڈی کمار اینڈ کمپنی امرتسر۔ چوک پھولانوالہ